بیادگار: حضرت مولانا سید محمد ثانی حسنی رحمۃ اللہ علیہ

خواتین کا ترجمان

ماہنامہ رضوان لکھنؤ

شمارہ نمبر ۱۱

جلد نمبر ۶۲

نومبر ۲۰۱۸ء

November 2018

سالانہ زرتعاون

برائے ہندوستان	۳۰۰؍روپے
غیر ملکی ہوائی ڈاک	۴۰؍امریکی ڈالر
فی شمارہ	۳۰؍روپے
لائف ٹائم خریداری	۸۰۰۰؍روپے

نوٹ

خط وکتابت کرتے وقت اپنا خریداری نمبر اور مکمل صاف پتہ ضرور لکھیں، اگر مدت خریداری کے ختم ہونے کے وقت کی پرچی پتہ کی چٹ پر لگی ہو تو براہ کرم مدت خریداری ختم ہوتے ہی رقم ارسال فرمائیں۔ (منیجر)

ایڈیٹر

محمد حمزہ حسنی

مجلس ادارت

میمونہ حسنی
عائشہ حسنی
جعفر مسعود حسنی
محمود حسن حسنی

ڈرافٹ پر RIZWAN MONTHLY لکھیں

زر تعاون اور خط وکتابت کا پتہ

ماہنامہ رضوان
۱۷۲/۵۴، محمد علی لین گوئن روڈ لکھنؤ
پن کوڈ:۲۲۶۰۱۸ - موبائل:۹۴۱۵۹۱۱۵۱۱

Rizwan (Monthly)
172/54, Mohammad Ali Lane
Gwynne Road Lucknow
Pin:226018- Mobile: 9415911511

ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر محمد حمزہ حسنی نے مولانا محمد ثانی حسنی فاؤنڈیشن کے لیے نظامی آفسیٹ پریس میں چھپوا کر دفتر رضوان محمد علی لین سے شائع کیا

E-Mail : azizpaitepuri@gmail.com

کمپوزنگ: ناشر کمپیوٹر، لکھنؤ۔ فون: 9792913331

فہرست مضامین

- اپنی بہنوں سے .... مدیر 5
- حدیث کی روشنی میں .... امۃ اللہ تسنیم 6
- دو نمونے .... مولانا خالد سیف اللہ رحمانی 8
- والدین پر بچوں کے حقوق .... عفانِ احمد کامل 12
- شادیوں میں اسراف اور فضول خرچی .... محمد قیام الدین انصاری کوثر 15
- گناہوں سے بچیں .... ڈاکٹر محمد عبدالحیٔ عارفی 19
- اسلام میں عورت کا مقام .... مولانا عبید اللہ خالد 21
- اسلام کی جڑیں شہداء کے خون سے لالہ زار ہیں .... محمد صابر حسین ندوی 24
- جنت کی عورتوں کی سردار حضرت سیدہ فاطمہ الزہراؓ .... ڈاکٹر محمد نجیب قاسمی سنبھلی 27
- زندگی کو متاع بے بہا سمجھئے .... جویریہ شریف 31
- صحابہ کرامؓ کی گستاخی سے بچئے .... مولانا غیاث الدین حسامی 33
- سوال وجواب .... مفتی راشد حسین ندوی 38
- میں نے اسلام کیوں قبول کیا؟ 39
- آخری صفحہ .... مولانا قمر الزماں ندوی 42

اپنی بہنوں سے

مدیر

ہمارے ملک کے حالات جو اس وقت ہو گئے ہیں وہ کسی بھی شخص سے پوشیدہ نہیں ہیں جو ملک ایک مدت سے امن و امان کا گہوارہ تھا وہ فساد و انتشار اور نفرت کی آماجگاہ بن چکا ہے۔ اور اب یہ حال ہو گیا ہے کہ کوئی بھی شخص اس بات کی ضمانت نہیں دے سکتا کہ اگر وہ گھر سے نکلتا ہے تو خیریت سے واپس بھی آ سکتا ہے، جنگل میں وحشی درندوں کے درمیان انسان تو محفوظ رہ سکتا ہے، لیکن شہروں میں آبادیوں میں اس کی جان و مال محفوظ رہے اس کی کوئی ضمانت نہیں۔

ان حالات میں ہمارا کیا کردار ہونا چاہئے اور اس مشکل اور مسائل سے پُر دور سے کس طرح عہدہ برآ ہونا چاہئے یہ بہت غور و فکر کی بات ہے، جذبات سے الگ ہو کر وقتی جوش اور گرمی کو دماغ سے نکال کر اس سنگین صورت حال کی عقدہ کشائی کرنا ہمارے لئے بہت ضروری ہے۔

کوئی بھی فیصلہ کرنے سے پہلے ہم کو دنیا کے دیگر ممالک کے حالات کا گہرائی سے جائزہ لینا چاہئے۔ ان ممالک کے مسلمان جن مسائل اور حالات سے دوچار ہیں ان کو سامنے رکھنا چاہئے، قوموں کی زندگی میں ایک معمولی قدم بھی غیر معمولی اثر رکھتا ہے اور اس کے دور رس اور تاریخی اثرات ہوتے ہیں وہ قوم ہرگز ترقی نہیں کر سکتی جو عقل کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دے، اس سلسلہ میں ہمارے لئے روشن مثال ہمارے اسلاف کی ہے، جنہوں نے اس سے زیادہ مشکل حالات میں زندگی گزاری ہے اور مصائب و تاریکیوں میں قندیل رہبانی بن کر نہ صرف خود کے لئے بلکہ دوسروں کے لئے بھی روشن مینار ثابت ہوئے۔

اس بات کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ سب سے بڑی ذمہ داری ہماری ہے ہم اس صورت حال کو بدلیں اپنی زندگیوں کو بدلیں اور اس کو اسلام کے سانچہ میں ڈھال کر سراپا محبت بن جائیں اور اسلام کا پیغام ہر ہر فرد کو پہنچائیں اور یہ ثابت کریں کہ اسلام ہی ایک ایسا تریاق ہے جو ہر قسم کے زہر کو ختم کر سکتا ہے اور اسی کے سایہ تلے انسانیت زندہ رہ سکتی ہے، رحمت للعالمین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک زندگی کا نمونہ ہمارے سامنے ہے، اگر ہم اس نمونے کو اپنے سامنے رکھ کر اپنی زندگی نہیں گزاریں گے تو چاہے ہم جتنے بڑے مظاہرے کریں، بند منائیں، جلوس نکالیں، ہم کو قطعی کامیابی نہیں ملے گی، کیونکہ مسلمان اسلام کی زنجیر سے بندھی ہوئی قوم ہے جس کا سرا نبی عربی سرور کائنات رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھوں میں ہے جو اس مبارک زنجیر سے منسلک رہے گا وہ کامیاب ہوگا، اور جو اس زنجیر سے الگ ہوگا اور نیا راستہ اختیار کرے گا وہ رسوا اور برباد ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو سیدھے راستے پر چلنا نصیب فرمائے۔ آمین

حدیث کی روشنی میں

جہاد

امۃ اللہ تسنیم

جنت کے دروازے تلواروں کی چھاؤں میں

حضرت ابوبکرؓ بن ابی موسیٰ اشعری سے روایت ہے میں نے اپنے باپ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے سنا ہے، دشمن سامنے تھے اور وہ کہہ رہے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت کے دروازے تلواروں کی چھاؤں میں ہیں، ایک شخص پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے موجود تھے، وہ یہ حدیث سن کر کھڑے ہوگئے اور بولے اے ابوموسیٰ کیا تم نے اس حدیث کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنا ہے، کہا ہاں۔ پس وہ اللہ کا بندہ اپنے ساتھیوں کے پاس گیا، ان کو رخصتی سلام کیا اور تلوار کی میان کو توڑ دشمن پر ٹوٹ پڑا، اُس تلوار سے دشمنوں کو مارتے مارتے جام شہادت پی گیا۔ (مسلم)

اللہ کے راستہ کا غبار

حضرت ابوعبس عبدالرحمٰن بن جبیر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس بندے کے قدم اللہ کے راستہ میں غبار آلود ہوئے تو اس کو آگ نہیں چھوسکتی۔ (بخاری)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص اللہ کے ڈر سے رویا تو اس کا دوزخ میں جانا اس طرح ناممکن ہے جس طرح دوہے ہوئے دودھ کا تھنوں میں جانا ناممکن ہے اور کسی اللہ کے بندے پر اللہ کے راستہ کا گرد وغبار اور جہنم کا دھواں جمع نہیں ہوسکتا۔ (ترمذی)

دو آنکھیں جن کو آگ چھو نہیں سکتی

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا ہے کہ دو آنکھوں کو آگ نہیں چھوسکتی، ایک وہ آنکھ جو اللہ کے ڈر سے روئی، دوسری وہ جو اللہ کے راستہ میں پہرہ دیتی رہی۔ (ترمذی)

مجاہد کا شریک حال

حضرت زیدؓ بن خالد سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے خدا کی راہ میں جہاد کرنے والے کے لئے لڑائی کا سامان فراہم کردیا تو گویا اس نے خود جہاد کیا (یعنی ثواب میں برابر کا شریک ہے) اور جس نے کسی غازی کے گھربار کی نگہبانی کی تو گویا اس نے خود جہاد کیا۔ (بخاری۔ مسلم)

مجاہد کی خدمت

حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے راستہ میں کسی مجاہد کے لئے یا حاجی کے لئے خیمہ لگا دینا یا کسی خادم یا کسی اونٹنی کو محض اللہ کے لئے کسی کو دے دینا افضل ترین صدقہ ہے۔ (ترمذی)

مجاہد کو سامان دینے والا

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ اسلم کے قبیلہ کے ایک نوجوان لڑکے نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ میں جہاد میں شریک ہونا چاہتا ہوں لیکن سامان حرب نہیں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فلاں شخص نے جنگ کا سامان کیا تھا، پھر وہ بیمار ہوگئے، تم ان کے پاس جاکر میرا سلام کہو اور کہو جو کچھ تم نے سامان تیار کیا ہے وہ مجھے دے دو۔ جب انہوں نے جاکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام سنایا تو انہوں نے اپنے گھر والوں سے کہا جو سامان میں نے تیار کیا تھا وہ سب ان کو دے دو کوئی چیز باقی نہ رہے، خدا کی قسم سب دے دینے ہی میں برکت ہوگی۔ (مسلم)

مجاہد کی قائم مقامی

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی لحیان کی طرف فوج بھیجی اور فرمایا جس گھر میں دو آدمی

ہوں تو ایک جائے اور ایک قائم مقامی کرے، اجر میں دونوں برابر ہوں گے۔ (مسلم)

اور ایک روایت ہے کہ ہر دو میں سے ایک جائے اور ایک رہے اور رہنے والے سے فرمایا تم غازی کی قائم مقامی کروگے، اس کے پیچھے اس کے گھر کی نگرانی کروگے تو تم کو غازی کا نصف اجر ملے گا۔

تھوڑا عمل اور زیادہ اجر

حضرت براءؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی جوڑھال وتلوار اور خود وزرہ سے اراستہ تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ میں جنگ کروں یا اسلام قبول کروں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسلام لاؤ پھر جنگ کروتو وہ مسلمان ہوا اور لڑائی میں شرکت کی پھر شہید ہوگیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کام تھوڑا کیا اور اجر بہت پایا۔ (بخاری، مسلم)

شہید کی آرزو

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی آدمی ایسا نہیں کہ جنت میں داخل ہوکر دنیا کی طرف پھر واپس ہونا چاہے اگر چہ اس کو دنیا میں ہفت اقلیم کی سلطنت بھی مل جائے لیکن شہید آرزو کرتا ہے کہ وہ دوبارہ دنیا میں پلٹے اور دس بار قتل ہوکر اُس مرتبہ اور عزت کو حاصل کرے جو اس کو مل چکی ہے۔ (بخاری، مسلم)

قرض کی اہمیت

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سوائے قرض کے شہید کی ہر خطا اللہ تعالیٰ معاف فرمادے گا۔ (مسلم)

اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ کے راستہ کی جنگ قرض کے سوا ہر خطا کو مٹا دیتی ہے۔

حضرت ابوقتادہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں کے پاس کھڑے ہوئے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کا ذکر کیا اور فرمایا اللہ کے راستہ میں جنگ کرنا اور اس پر ایمان لانا بہترین اعمال ہیں۔ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ بتائیے کہ اگر میں اللہ کے راستہ میں مارا جاؤں تو کیا میری سب خطائیں معاف ہوجائیں گی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں، لیکن تم اس طرح مارے جاؤ کہ صبر واجر کی طلب ہو اور آگے بڑھتے جاؤ پیچھے نہ مڑو، پھر فرمایا تم نے کیا سوال کیا تھا، عرض کیا کہ مجھے یہ بتائیے کہ اگر میں اللہ کی راہ میں مارا جاؤں تو کیا میری سب خطائیں معاف ہوجائیں گی، فرمایا ہاں، مگر اس صورت مین کہ تم صبر کرتے ہوئے اجر کی طلب میں آگے بڑھتے ہوئے قتل کئے جاؤ مگر قرض پھر بھی معاف نہ ہوگا، مجھ سے جبرئیلؑ نے یہی کہا ہے۔ (مسلم)

جنت کا شوق

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر میں راہِ خدا میں قتل کیا جاؤں تو میرا ٹھکانا کہاں ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں، بس انہوں نے اپنے ہاتھ کی سب کھجوریں زمین پر ڈال دیں اور دشمنوں میں گھس گئے پھر شہید ہوگئے۔ (مسلم)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب مشرکوں سے پہلے بدر پہنچ گئے، جب دشمن بھی آگئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک میں حکم نہ دوں کوئی بھی آگے نہ بڑھے، جب دشمن بالکل قریب پہنچ گئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "**قوموا الی جنة عرضها السموٰت والارض**" (ایسی جنت کی طرف چلو جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے) حضرت عمیرؓ بن حمام انصاری نے عرض کیا یا رسول اللہ! ایسی جنت جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں وہ بولے واہ واہ۔ واہ واہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا واہ واہ کیوں کہتے ہو؟ عرض کیا خدا کی قسم اس اُمید پر میں نے یہ جملہ کہا کہ میں بھی اس جنت والوں میں ہوجاؤں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم انہیں میں سے ہو، یہ سن کر انہوں نے اپنے تیردان سے کچھ کھجوریں نکالیں اور کھانا شروع کیا، پھر بولے اگر اس وقت تک زندہ رہا کہ یہ کھجوریں پوری کھالوں تو یہ زندگی بہت لمبی ہوئی، یہ خیال کرکے سب کھجوریں پھینک دیں اور دشمنوں میں گھس گئے، پھر جنگ کرتے کرتے شہید ہوگئے۔ (مسلم)

دو نمونے

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی جانب سے مصطفیٰ اور مجتبیٰ یعنی چنے ہوئے تھے، اللہ نے نبوت کے لئے آپ کا انتخاب فرمایا تھا، جیسے اللہ نے آپ کو نبوت جیسی عظیم ذمہ داری کے لئے منتخب فرمایا، اسی طرح آپ کی رفاقت اور صحبت کے لئے بھی انسانیت کے منتخب اور برگزیدہ اشخاص کا انتخاب ہوا، اسی لئے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے صحابہؓ کے بارے میں فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ان کو آپ کی صحابیت کے لئے منتخب فرمایا ہے، "اختارهم الله لصحبة نبيه" اسی طرح اللہ کی جانب سے آپ کے اہل بیت اور پاک بیویاں بھی سرد وگرم کی رفاقت اور اُمت کے لئے خانگی اور نجی زندگی کا نمونہ پیش کرنے کے لئے اللہ کی جانب سے منتخب تھے، ان ہی اہل بیت میں آپ کی صاحبزادیاں تھیں اور ان صاحبزادیوں میں آپ کی چہیتی اور چھوٹی صاحبزادی حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں، جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواتین جنت کی سردار قرار دیا اور جن کے بارے میں اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی گواہی ہے کہ آپ کو لوگوں میں سب سے زیادہ محبت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے تھی، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے اُٹھنے بیٹھنے اور چلنے پھرنے میں حضور سے بہت زیادہ مشابہ تھیں اور آپ پر حیاء کا اس قدر غلبہ تھا کہ عہدِ صحابہ میں بھی شاید ہی اس کی کوئی مثال مل سکے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے شوہر چوتھے خلیفہ راشد سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے، جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبتی اعتبار سے قریب ترین تعلق رکھنے کے علاوہ اسلام میں سبقت سے مشرف تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ میں ان کے مقام و مرتبہ کا حال یہ تھا کہ آپ نے فرمایا کہ میں جس کا دوست ہوں، علی رضی اللہ عنہ اس کے دوست ہیں، گویا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے تعلق اور محبت کو آپ نے اپنی محبت کا معیار بنایا، اہلسنت والجماعت کے معتبر علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد میں کچھ یہودیوں کی سازش سے جو فتنہ اُٹھ کھڑا ہوا، اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ حق پر تھے، چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مخالفین کو حدیث میں "فتنة باغية" (باغی گروہ) قرار دیا گیا، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے دو صاحبزادے حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے، جو باحیات رہے اور ان ہی دونوں حضرات سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک نسل کا سلسلہ آگے بڑھا۔

حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوجوانانِ جنت کا سردار قرار دیا، یہ روایت اہلسنت کے یہاں کثرت سے منقول ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں کو پکڑتے اور کہتے: اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں، آپ بھی ان دونوں سے محبت کیجئے۔ (بخاری، حدیث نمبر: 3747) ایک موقع پر آپ نے ارشاد فرمایا جس کو مجھ سے محبت ہوگی، وہ ان دونوں سے محبت رکھے گا۔ (مجمع الزوائد، عن ابی ہریرۃؓ: 180/9) عجیب بات ہے کہ حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کو جسمانی طور سے بھی رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑی مماثلت تھی، چنانچہ جب حضرت حسینؓ کی شہادت ہوئی تو صحابہ اور صالحین کو ناقابل بیان صدمہ پہنچا، حضرت اُم سلمہؓ کو جب اس روح فرسا حادثہ کی

اطلاع پہنچی، تو اہل عراق پر لعنت بھیجی اور ان کیلئے ہلاکت کی دُعاء فرمائی۔ (مجمع الزوائد: 194/9) امام ابراہیم نخعی نے خوب فرمایا کہ اگر خدانخواستہ میں قاتلان حسین میں سے ہوتا اور میری مغفرت کردی جاتی، نیز میں جنت میں داخل کیا جاتا تب بھی مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سامنا کرنے سے شرم محسوس ہوتی۔ (حوالہ سابق: 195/9)

حقیقت یہ ہے کہ اہلبیت سے محبت کے بغیر کوئی ایسا شخص رہ ہی نہیں سکتا، جو واقعی مسلمان ہو اور جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا کوئی درجہ حاصل ہو، صحابہ چونکہ سب سے زیادہ حضور صلی الہ علیہ وسلم سے محبت رکھنے والے اور آپ کی نسبت پر وارفتہ تھے، اس لئے اہلبیت سے ان کو خاص تعلق تھا، بنی اُمیہ کا حکمراں مروان ایک بار حضرت ابوہریرہؓ سے کہنے لگا کہ جب سے ہمیں آپ کی رفاقت حاصل ہوئی ہے، مجھے آپ کی کسی بات سے ناگواری نہیں، سوائے اس سے کہ آپ حسن وحسین رضی اللہ عنہما سے محبت رکھتے ہیں، حضرت ابوہریرہؓ سمٹ کر بیٹھ گئے اور فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ ہم لوگ حضور کے ساتھ ایک سفر میں نکلے، ایک جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کے رونے کی آواز سنی، حضرت فاطمہ بھی ساتھ تھیں، آپ تیز تیز چل کر وہاں پہنچے اور فرمایا کہ ہمارے بیٹوں کو کیا ہوا ہے؟ حضرت فاطمہؓ نے عرض کیا کہ یہ پیاسے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مشکیزے میں دیکھا تو پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں تھا، پھر آپ نے اپنے رفقاء سفر سے پانی کے بارے میں فرمایا تمام ہی لوگ پانی کے برتن کی طرف لپکے، لیکن اتفاق کہ کسی کے پاس پانی موجود نہیں، تو آپ نے باری باری حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کو اپنی زبان مبارک کو چسایا، جب انہیں سکون ہوا، تو آپ کو اطمینان ہوا، حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ اسی لئے میں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں۔ (طبرانی بسند صحیح، مجمع الزوائد: 180/9) اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ صحابہ گلشن محمدیؐ کے ان غنچہ ہائے سدابہار اور گل ہائے مشک بار سے کیسی محبت رکھتے تھے کہ ظالم حکمرانوں کا خوف بھی اس کے اظہار میں مانع نہ ہوتا تھا۔

لیکن کیا حضرات حسنینؓ سے اُمت کی یہ محبت اور دربار رسالت مآب میں ان کا یہ درجہ ومقام صرف اسی وجہ سے تھا کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے تھے؟ یقیناً یہ نسبت بھی اس محبت میں کارفرما ہے، لیکن اس سے بڑھ کر حضرات حسنین کا اُسوہ اور ان کا کردار ہے، جو قیامت تک کے لئے نقش لافانی ہے، حضرت ابوبکرؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر اقدس پر تھے اور آپ کے پہلو میں حضرت حسنؓ تھے، آپ ایک دفعہ لوگوں کی طرف دیکھتے اور ایک دفعہ حضرت حسنؓ کی طرف اور ارشاد فرماتے: میرا یہ بیٹا سید (سردارِ امت) ہے، اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کے گروہوں کے درمیان صلح کرائیں گے۔ (بخاری، حدیث نمبر 3746)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشین گوئی اس وقت ظہور پذیر ہوئی جب خلیفۂ راشد سیدنا حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد اہل شام حضرت معاویہؓ کی کمان میں آگے بڑھے اور ادھر اہل حجاز اور اہل عراق حضرت حسن بن علیؓ کی قیادت میں، عام طور پر صحابہؓ اور اکابر تابعین حضرت حسنؓ کے ساتھ اور ان کے موقف کے مؤید تھے اور بقول حضرت عمرو بن العاصؓ پہاڑوں کی طرح لشکرِ جرار حضرت حسنؓ کی رکاب میں تھا اور یہ ایسے جاں نثار لوگ تھے، کہ بہ ظاہر ان کا پشت دکھا کر بھاگنا ہرگز متوقع نہیں تھا، بہ ظاہر حضرت حسنؓ کے غالب آنے کی توقع زیادہ تھی، لیکن جب حضرت معاویہؓ کی طرف سے صلح کی پیشکش ہوئی، تو حضرت حسنؓ نے اپنے بہت سے رفقاء کی مخالفت، بلکہ ایک گونہ طعن وتشنیع کے باوجود اس پر لبیک کہا اور اپنا ہاتھ امیر معاویہؓ کے ہاتھ میں دیا، تاکہ مسلمانوں کی خونریزی نہ ہو اور اسلامی دنیا ایک جھنڈے کے نیچے آجائے، اس طرح یہ پیشین گوئی شرمندۂ تعبیر ہوئی جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے سلسلہ میں فرمائی تھی، یہ کچھ معمولی قربانی نہیں تھی اور اس قربانی نے اسلام کی تاریخ

میں حضرت حسنؓ کو ایسی عظمت عطاء کی، کہ اگر وہ پورے عالم اسلام کے متفق علیہ تاج ور بن جاتے، تب بھی شاید ان کو یہ مقام حاصل نہ ہوا ہوتا اور لوگوں کے قلوب پر ان کی حکمرانی قائم نہ ہوئی ہوتی۔

چنانچہ ایک بار پھر پورا عالم اسلام ایک جھنڈے کے نیچے آ گیا اور ایشیا، افریقہ اور یورپ کے مختلف علاقوں میں مسلمان فاتحانہ پیش قدمی کرنے لگے، اس سے کوئی حقیقت پسند انکار نہیں کر سکتا، کہ اس میں بنوامیہ کے تدبر سے زیادہ حضرت حسنؓ کے ایثار کا حصہ ہے۔

حضرت حسینؓ کا یزید بن معاویہ کے مقابلہ کھڑا ہونا اس لئے نہیں تھا کہ آپ حکومت کی حرص و طمع رکھتے تھے، حضرت حسنؓ کو خانوادۂ نبوی سے نسبت کا جو شرف حاصل تھا، اس پر ہزار حکومتیں قربان اور نچھاور تھیں، بلکہ اصل یہ ہے کہ اسلام جس دور میں آیا، وہ ملوکیت اور خاندانی بادشاہت کا دور تھا، اس وقت کی معلوم دنیا میں جہاں بھی چھوٹی بڑی حکومت تھی، ان کی اساس خاندانی بادشاہت پر تھی، اسلام نے جہاں زندگی کے دوسرے شعبوں کی اصلاح کی، وہیں نظام سیاست کی بھی اصلاح کی اور خلافت کا تصور دیا۔

خلافت میں دو باتیں اہمیت کی حامل ہیں، ایک یہ کہ اس منصب کے لئے ایسے شخص کا انتخاب کیا جائے، جو اخلاق و کردار کے اعتبار سے ممتاز حیثیت کا حامل ہو، دوسرے مسلمانوں کے ارباب حل و عقد نے اس کا انتخاب کیا ہو، اسی اُصول پر حضرت ابوبکرؓ کا انتخاب ہوا، پھر حضرت ابوبکرؓ نے اکابر صحابہ کے مشورہ سے حضرت عمرؓ کو نامزد فرمایا، حضرت عمرؓ نے چھ رکنی کمیٹی بنادی اور ان حضرات نے عام مسلمانوں سے مشورہ اور باہمی تبادلۂ خیال کے ذریعہ حضرت عثمانؓ کا انتخاب کیا، پھر حضرت عثمانؓ کی مظلومانہ شہادت کے بعد اہل مدینہ اور اکابر صحابہؓ نے بہ اصرار حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کی، حضرت علیؓ سے جن صحابہ کو اختلاف تھا، وہ حضرت عثمانؓ کے قصاص کے بارے میں تھا، ورنہ ان کی لیاقت کے بارے میں کسی کو کلام نہیں تھا اور اس لئے علماء اہلسنّت والجماعت کا اجماع ہے کہ حضرت علیؓ کی شہادت تک وہی خلیفۂ برحق تھے، حضرت حسنؓ نے بھی آپ اپنی خلافت کا اعلان نہیں فرمایا، بلکہ اس عہد کے لئے اکابر صحابہ نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جس تیس سالہ خلافت راشدہ کی پیشین گوئی فرمائی تھی، وہ حضرت حسنؓ کے چھ ماہی عہد خلافت پر مکمل ہو جاتی ہے۔

یزید کی حکمرانی سے ایک نئے طریقہ کا آغاز ہوا، کہ بعض ایسے لوگ جو اس سلسلہ میں اسلام کے مزاج سے پوری طرح واقف نہیں تھے اور ان کو براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت حاصل نہیں تھی، انہوں نے حضرت معاویہؓ کو باور کرایا کہ آئندہ کے لئے یزید کو خلیفہ نامزد کر دیا جائے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور اکابر صحابہؓ جو اس وقت موجود تھے، ان کو حکمرانی کے اس نئے طریقہ سے اس قدر اختلاف تھا، جتنا حضرت حسینؓ کو، لیکن بعض صحابہ نے فتنہ کے اندیشہ سے خاموشی اختیار کی اور بعض نے اُمت کو اختلاف سے بچانے کے لئے بہ کراہت خاطر اس تجویز کو قبول کر لیا، اب اگر تمام صحابہ اس صورت حال پر یہی رویہ اختیار کرتے اور کسی کی طرف سے مزاحمت پیش نہ آتی، تو آئندہ یہ بات سمجھی جاتی کہ اسلام میں خلافت علی منہاج النبوۃ کے ساتھ ساتھ عہد جاہلیت کی مروجہ ملوکیت کی بھی گنجائش ہے، چنانچہ حضرت حسینؓ نے اس کی مزاحمت کو ضروری سمجھا، یہاں تک کہ اپنے رفقاء اور اہل خاندان کے ساتھ نہایت ہی بے دردی سے شہید کر دیئے گئے اور قاتلان حسین نے جہاں آخرت میں اپنے لئے اللہ کے عذاب اور ابدی خسران کو محفوظ کر لیا وہیں دنیا میں بھی قیامت تک کے لئے اہل ایمان کی نگاہ میں ملعون و مغضوب قرار پائے۔

اس میں شبہ نہیں کہ حضرت حسینؓ کی یہ مہم بہ ظاہر کامیابی سے ہمکنار نہ ہو سکی، لیکن حضرت حسینؓ کو معنوی فتح حاصل ہوئی، چنانچہ اُمت کے علماء و فقہاء اور ارباب نظر

آج اس بات پر متفق ہیں کہ اسلام جس نظام حکمرانی کا داعی ہے، وہ خلافت ہی ہے نہ کہ خاندانی بادشاہت، حالانکہ مسلمانوں کی تاریخ کا بڑا حصہ اسی بادشاہت کا ہے، لیکن اس کے باوجود آج اسے اسلامی فکر کے خلاف کیوں سمجھا جاتا ہے؟ اور کیوں اس رویہ کو قبول نہیں کیا گیا؟ یقیناً اس میں بڑا حصہ حضرت حسینؓ اور آپ کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی مزاحمت اور اسی راہ میں شہادت کا ہے، ورنہ بعد کے لوگ سمجھتے کہ اس مدت پر مسلمانوں کا اجماع واتفاق ہو چکا ہے۔

پس حضرت حسنؓ کا اُسوہ یہ ہے کہ اُمت کو اختلاف وانتشار سے بچانے کے لئے اپنے اقتدار کی قربانی گوارا کیا جائے اور ایثار سے کام لیا جائے اور حضرت حسینؓ کا اُسوہ یہ ہے کہ جب دین میں کوئی طاقت کمی بیشی کرنا چاہے اور اسلام کی صحیح تصویر کو مسخ کرنے کے درپے ہو تو چاہے اس کے لئے اپنی رگ گلو کٹانی پڑے، لیکن بہتر قیمت اللہ کے دین اور شریعت کی فکری سرحدوں کی حفاظت کی جائے، آج کے حالات میں یہ دونوں نمونے اُمت کے لئے مشعل راہ ہے، اُمت کی وحدت کو برقرار رکھنے کے لئے عہدۂ وجاہ کا ایثار اور دین کی حفاظت وصیانت کے لئے اپنی جان عزیز تک کی قربانی۔

□□□

رضوان کے سالانہ خریداروں سے گزارش

یہ بات آپ کے علم میں ہے کہ ماہنامہ رضوان کی اشاعت خالص تبلیغی مقاصد کو پیش نظر رکھ کر کی جاتی ہے۔ کوئی تجارتی کاروباری مفاد اس اشاعت میں پیش نظر نہیں ہے۔ چنانچہ ۴۰ صفحات کے اس رسالے کی قیمت انتہائی کم (فی شمارہ صرف تیس روپے اور سالانہ خریداری -/300 روپے) ہے۔ ہمارے پیش نظر نفع بخش کاروبار نہیں بلکہ ہم اپنے وسائل میں رہتے ہوئے رضوان کے ذریعے بیش بہا مضامین شائع کرتے ہیں۔ اس ضمن میں رضوان کے سالانہ خریدار بھی اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔ اگر تمام سالانہ خریدار اپنی ذمہ داری محسوس کرتے ہوئے بروقت اپنی سالانہ رقوم "ادارہ رضوان" کو بھیج دیں تو وہ بھی ہماری ان تبلیغی کوششوں میں معاون ہوں گے۔

سالانہ خریداروں سے گزارش ہے کہ مدت خریداری ختم ہونے پر زر سالانہ کی ترسیل میں جلدی فرمائیں۔ ہر ماہ سرخ نشان کے ذریعہ ان کو اطلاع دی جاتی ہے۔ اور منی آڈر فارم بھی روانہ کیا جاتا ہے۔ تاکہ یاد دہانی ہو سکے۔

یاد رکھئے! زر سالانہ کی بروقت عدم وصولی سے ادارے پر مالی بوجھ بڑھتا ہے اور پچھلے کچھ عرصے سے اس میں اضافہ ہی ہوا ہے لہٰذا سالانہ خریداروں سے گزارش ہے کہ رضوان کی مدت خریداری ختم ہوتے ہی زر سالانہ کی ادائیگی کریں تاکہ ادارے پر مالی بوجھ نہ پڑے بصورت دیگر اگر آئندہ "رضوان" خریدنا نہیں چاہتے، تب بھی خط لکھ کر یا بذریعہ فون اس بارے میں دفتر رضوان کو مطلع فرما دیں۔ نیز اپنا خریداری نمبر یا جس نام سے رسالہ جاری ہے وہ پتہ صاف اور خوشخط ضرور لکھیں۔ آپ کا تعاون اس دینی سعی وکاوش میں ہمارے لئے نہایت اہم اور "رضوان" کے معیار میں اضافے کے ساتھ آپ کیلئے کار خیر کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

قارئین رضوان سے گذارش ہے وہ اپنا سالانہ چندہ مندرجہ ذیل اکاؤنٹ میں جمع کر سکتے ہیں۔

Bombay Mercantile Co-operative Bank, Lucknow-18

Name of Account "RIZWAN MONTHLY", Account No. : 20511010005299

IFSC Code : UTIBOSBMCBI

نوٹ: رقم ڈالنے کے بعد دفتر کو مطلع ضرور کریں ورنہ رقم آپ کے کھاتہ میں منتقل نہ ہوگی۔ اس نمبر پر مطلع کریں **Cantt. No. : 9415911511**

عفان احمد کامل

والدین پر بچوں کے حقوق

تعلیم کے ساتھ اگر تربیت نہ ہو تو تعلیم فتنہ کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ پھر اولاد بھی مال و دولت کی طرح فتنہ کا سبب بن سکتی ہے۔ قدریں پامال ہو جاتی ہیں، انسانیت شرمسار ہوتی ہے، قلب ایمان و یقین سے خالی ہو جاتا ہے، عمل، علم سے بے تعلق ہو جاتا ہے، محبت اپنے خالق و رازق کے بجائے مادّی چیزوں سے ہوتی ہے۔ انسان کی پہچان اس کے اخلاق کے بجائے مال و دولت اور جاہ و حشمت سے کی جانے لگتی ہے۔ گھر، والدین، رشتے دار، پڑوسی، غرباء و مساکین اور سماج کے حقوق بوجھ لگنے لگتے ہیں۔

یقین جانیے بچے والدین کو اپنا "ہیرو" مانتے ہیں، ہر بچے کی نظر میں اس کے ابا اور اس کی امّی سب سے اچھے ہیں، اس کا یہ یقین کبھی ٹوٹنے نہ دیں۔ اپنے بچے کو ایک بہتر سے بہتر انسان بنانے کے لئے خود کو ایک بہتر سانچے میں ڈھال کر پیش کریں۔ انشاء اللہ اولاد کبھی آپ کو مایوس نہ کرے گی۔ اولادیں اصل میں اللہ کی امانت ہے۔ یقین رکھئے یہی اولاد ہمارے لئے روز محشر جنت میں داخلے کا سبب ہوگی۔ انشاء اللہ۔

تربیت کیسے؟

کوشش کریں کہ بچے ان باتوں پر عمل کریں اور اللہ ہم سب کو توفیق عطا کرے۔

1- بسم اللہ کہہ کر ہر کام کی شروعات کرنا۔

2- نماز وقت پر ادا کرنا جماعت کے ساتھ ہو۔

3- زبان پر ہمیشہ شکریہ کلمات ہوں، بات بات پر فلاں فلاں چیزوں کے نہ ہونے کا رونا رونے کے بجائے موجود نعمتوں (چیزوں) کا شکر ادا کرتے رہنا۔ اللہ کا شکر، والدین کا شکر، جس کسی سے بھی تھوڑی سی مدد ملے اس کا شکریہ ادا کرنا۔ الحمد للہ، جزاک اللہ، کے جملے زبان پر ہمیشہ رہنے چاہئے۔

4- ڈر صرف اللہ کا پیدا کریں، کوئی دیکھے نہ دیکھے اللہ دیکھ رہا ہے، اکیلے میں بھی وہ نیک و صالح رہے گا۔

5- سب سے زیادہ محبت ہم سے ہمارا اللہ کرتا ہے، یہ بات ذہن میں بیٹھی رہے، اللہ۔ سب سے ہماری محبوب ماؤں سے بھی ہزار گنا زیادہ محبت کرتا ہے، یہ بات بچوں کے دل و دماغ میں بس جائے تاکہ وہ کبھی مایوس یا ناامید نہ ہو، خود کو زندگی کے کسی مشکل سے مشکل لمحے میں بھی اکیلا محسوس نہ کرے۔

6- پانی نعمت ہے اس کی قدر کرنا سکھائیں۔ پانی برباد نہ ہو، ضرورت سے زیادہ بالکل نہ لیں نہ بہائیں، وضو میں، برش کرتے وقت، واش روم میں، پینے میں احتیاط برتیں۔ پیتے وقت بیٹھ کر پئیں، تین سانسوں میں داہنے ہاتھ سے پئیں جتنا پینا ہو اتنا ہی لیں۔ (ایک بڑی آبادی ہندوستان میں پانی کے لئے ترستی ہے اور بارش کے موسم میں پانی کو اسٹور کر کے سال بھر پینے کے لئے رکھتی ہے، کہیں کہیں لوگ میلوں چل کر پانی لاتے ہیں، کہیں کہیں دن بھر میں گھنٹے دو گھنٹے کے لئے ہی پانی آتا ہے۔ ہمارے یہاں بہت آسانی ہے، نعمت کی قدر کریں)۔

7- ماں باپ کی خدمت۔ ان کے پیر دبانا، سر میں مالش کر دینا، ان کے کام خود سے آگے بڑھ کر کر دینا، ان کا کہا ماننا، ان کو کبھی جھڑکنا نہیں، گھر کے کام میں امّی کا ہاتھ بٹا دینا، کھانا دسترخوان پر یا ڈائننگ ٹیبل پر لگانے میں مدد کر دینا، کھانے کے بعد پلیٹ اٹھا لینا، پلیٹ دھونے میں امی کی مدد کر دینا، جھاڑو لگانے میں شرمانا نہیں، ابّو امّی کے اپنے جوتے یا سینڈل میں پالش کر دینا، نہاتے وقت پانی چلا دینا یا تولیہ لا دینا۔ یہ اور اس طرح کے کام بڑھ چڑھ کر کرنا۔

8- سلام کو عام کرنا۔ ہر کسی کو سلام

کرنا، گھر میں جتنی بار داخل ہونا یا گھر سے جتنی بار نکلنا سلام کرنا، گھر میں کوئی ملنے آئے یا آپ کہیں جائیں سلام کریں، راستے میں کوئی ملے تو سلام کرنا، چھوٹے بڑے سب کو سلام کرنا، سلام میں پہل کرنا۔

9-گھر میں مدد کرنے والا یا مدد کرنے والی (کوئی کام کرنے والا یا کام کرنے والی) ہو تو اسے بوا، خالہ، چچا، بھیا، کہہ کر پکاریں، اسے عزت دیں، اس کی خیریت پوچھتے رہیں، اس کا پورا خیال رکھیں، اللہ نے جسے بھی ہمارے ماتحت کیا ہے اس کے ساتھ حسنِ سلوک کا معاملہ کریں۔

10-گھر میں سارے بڑوں کا احترام کریں، ان کا کہنا مانیں، ان کی عزت کریں، ان کے کام خود سے کردیں، دادا، دادی، نانا، نانی، چاچا، چاچی، ماما، مامی، بھائی، بہن۔ سب کی قدر کریں، ان کو وقت دیں، خاص کر ضعیفوں کے پاس وقت نکال کر بیٹھیں، ان کی بات محبت سے سنیں۔ چھوٹوں سے پیار کریں، ان کے ساتھ کھیلیں، ان کو اچھی اچھی کہانیاں سنائیں، ان کو قریب کریں، رسول صلی اللہ علیہ وسلم بچوں سے بہت بہت پیار کرتے تھے۔

11-رشتے داروں کو پہچانیں، خواہ وہ امیر ہوں یا غریب ان کو یکساں عزت دیں، سب کے ساتھ محبت سے پیش آئیں، ان کی مدد کو تیار رہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رشتے داروں کی بڑی عزت کیا کرتے تھے۔ جو رشتے اللہ نے بنا دیئے ہیں ان کی قدر ہر حال میں ضروری ہے۔

12-پڑوسیوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کریں، ان کا پورا خیال رکھنا، یاد رکھیں اللہ نے پڑوسیوں کے اتنے حقوق دیئے ہیں کہ ہمارے گھر کے پکوان (کھانے) میں بھی ان کا حصہ رکھا ہے، ان کی مدد کو تیار رہنا، ان کو تکلیف نہ دینا، ان کے یہاں کچھ نہ کچھ بھیجتے رہنا، ان کی خبر خیریت لیتے رہنا۔ ہر طرح کے پڑوسیوں کا خیال رکھنا، غریب ونادار پڑوسیوں کا زیادہ خیال رکھنا، ان کے بچوں کے سامنے اپنے قیمتی کھلونے یا کپڑوں کی نمائش سے بچنا، اپنے امیر ہونے کا احساس یا ان کے غریب ہونے کا احساس نہ ہونے دینا۔

13-غیبت سے بچیں۔ یہ بیماری عام ہے۔ ہم اپنی بات سے زیادہ دوسروں کی بات کرتے ہیں، والدین بچوں کے سامنے دوسروں کی یا اپنے کسی رشتے دار کی برائیاں کریں تو بچوں پر نفرت پروان چڑھتی ہے۔ غیبت سے ہم بھی بچیں اور اپنی اولاد کو بھی روکیں۔ جب تک ہمیں اس مہلک مرض (غیبت) سے گھن نہیں آئے گی ہم رک نہیں سکتے۔ اللہ نے غیبت کے لئے قرآن میں فرمایا کہ یہ "اپنے سگے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانے جیسا کام ہے۔" اللہ ہم سب کو بچائے۔ آمین

14-صفائی کا خاص خیال رکھیں۔ دل کے ساتھ ساتھ کپڑے، گھر، دروازہ، آس پڑوس اس کی صفائی کا خاص خیال رکھیں، جب بھی کوڑا دیکھے، کوئی بھی گندگی دیکھے، پلاسٹک دیکھے اسے فوراً خود سے ڈسٹ بن میں ڈالیں، ادھر اُدھر نہ تھوکیں اور اگر کوئی تھوکے تو اسے اچھے طریقے سے روکیں، ناک بھی نل کے پاس صاف کریں اور فوراً وہاں پانی بہادیں، برش صبح اور رات سونے سے پہلے ضرور کریں، ٹوائلٹ کے بعد ہاتھ صابن سے اچھی طرح سے صاف کریں۔

15-کھانا مہذب طریقے سے کھائیں، دانے (رزق) کو عزت دیں۔ بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کریں، کھانے کی برائی نہ کریں، ہر حلال چیز خوشی سے کھانے کی کوشش کریں۔ اگر پسند نہ ہو تو خاموشی سے کچھ اور کھالیں لیکن برائی نہ نکالیں، جتنا کھائیں اتنا ہی لیں، برباد بالکل نہ کریں (یاد رکھیں اب بھی ہندوستان میں 30-25 کروڑ کی آبادی ایسی ہے جسے دو وقت کا کھانا نہیں مل پاتا ہے اور اللہ کا کرم ہے کہ ہم ان میں سے نہیں ہیں)، کھانا بیٹھ کر سکون سے کھائیں، سامنے سے کھائیں، کھاتے وقت بنا ضرورت بات نہ کریں، منھ بند کرکے کھائیں تاکہ منھ سے آواز بھی نہ نکلے اور سامنے والے کو چبایا ہوا کھانا بھی نہ دکھے، کھانے میں بات کریں گے تو سامنے والے کے پلیٹ میں آپ کے منھ کے کھانے کا چھینٹا (کھانے کا ٹکڑا) ان کی پلیٹ میں یا ان کے چہرے پر پڑسکتا ہے۔ کھانے کے بعد اللہ کا شکر ادا کرنا نہ بھولیں، اگر کسی کے یہاں دعوت پر ہوں تو ان کا بھی شکریہ ادا

کریں اور ان کے حق میں دعا بھی کریں۔

16- چلنے کا طریقہ پُروقار رکھیں۔ اکڑ کر نہ چلیں، چال میں اعتدال رکھیں، پیر گھسیٹ کر نہ چلیں، راستے کے بھی حقوق ہیں وہ ادا کرتے چلیں (کوئی نقصاندہ چیز دکھے تو اسے راستے سے دور کردیں جیسے پتھر، کانٹا، کیلے کا چھلکا وغیرہ، کوئی بوڑھا، بوڑھی یا بیمار وزنی سامان کے ساتھ دکھے تو اس کی مدد کردیں، کوئی راستہ بھٹک گیا ہو تو اسے راستہ تلاشنے میں اس کی مدد کردیں، کوئی ملے تو سلام کریں۔ راستے میں کھیلیں کودیں نہیں، ایک طرف سے چلیں، دوسری گاڑیوں کا خیال رکھیں۔

17- قرآن روزانہ ضرور پڑھیں۔ اللہ نے جو کتاب ہم انسانوں کے لئے بھیجی ہے اسے ضرور پڑھیں۔

18- جھوٹ سے ہر حال میں بچیں۔ بات چھوٹی ہو یا بڑی ہنسی میں بھی جھوٹ بولنے سے پرہیز کریں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان سب کچھ ہوسکتا ہے لیکن جھوٹا نہیں ہوسکتا۔

19- محبت عام کریں، نفرت سے دور رہیں۔ ہر کسی سے محبت کریں، نفرت کو اپنے قریب نہ لائیں، نفرت، حسد و جلن، کینہ بغض، انتقام (بدلہ)، ان سب سے دور رہیں۔ محبت، آپسی بھائی چارہ، ہمدردی، شفقت، مدد، درگزر (معافی) جیسے صفات پیدا کریں۔

20- صدقے خوب کریں۔ کسی کے چہرے پر خوشی لا دینا، اداس چہرے کو ہنسا دینا، کسی کو دیکھ کر سلام کرنا اور مسکرا دینا، کسی کو پانی پلا دینا، پودے لگا دینا، کسی پیاسے جانور کو پانی پلا دینا، چھت پر یا کسی اونچی جگہ پر پرندوں کے لئے دانہ پانی رکھ دینا، کسی کا سامان اٹھا دینا، کوئی رکشے والا یا ٹھیلا والا گھر پر آئے تو اسے پانی پلا دینا، اسے سلام کردینا، اس کی خیریت پوچھ لینا۔ روز کرنے کے کام ہیں، یہ سکون بھی دیں گے، ثواب بھی ملے گا اور آپ کی آنے والی مصیبتیں بھی ٹلیں گی۔ ان شاء اللہ۔

21- اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی عادت شروع سے بنائیں۔ دل مال کی محبت سے خالی اور اللہ اور اس کی مخلوقات کی محبت سے بھرا ہو۔

یہی وہ راستہ ہے جس سے آپ کو بے شمار دعائیں ملیں گی، ہم سب سے بہت سے گناہ سرزد ہوتے رہتے ہیں ایسے میں یہی دعائیں ہم سب کی کامیابی کا سبب بنیں گی۔ ان شاء اللہ۔

ہم اپنے بچوں کو دونوں جہان میں کامیاب، خوش و خرم اور پرسکون دیکھنا چاہتے ہیں تو ہمیں ان کی مدد کرنی ہوگی، تربیت کرنی ہوگی، یہ ہر بچے کا ہم پر پیدائشی حق ہے۔ جب ہم ان کے حق صحیح طور پر ادا کریں گے تبھی ہم ان سے یہ توقع کرسکتے ہیں کہ بچے والدین کے حقوق کو سمجھیں گے اور ادا بھی کریں گے ان شاء اللہ۔ اللہ ہم سب کو اپنے اولاد کی صحیح نہج پہ تعلیم و تربیت کی سمجھ و توفیق عطا کرے۔ آمین

محترم قارئین کرام

ماہ جون 2018 سے رضوان کے سالانہ زرتعاون میں -/100 روپے کا اضافہ کیا جارہا ہے۔ رضوان کا اب سالانہ زرتعاون مبلغ -/300 روپے ہوگا۔ کاغذ اور طباعت میں اضافہ ہونے کی وجہ سے مجبوراً یہ اضافہ کرنا پڑا، امید ہے کہ قارئین رضوان اس کو بخوشی قبول فرمائیں گے۔

سالانہ زرتعاون -/300 روپے
فی شمارہ -/30 روپے

والسلام
منیجر رضوان

ایجنسی ہولڈر حضرات نئے شرح نوٹ فرمالیں۔

محمد قیام الدین انصاری کوثر

شادیوں میں اسراف اور فضول خرچی

تمام تعریفیں سزاوار ہیں اُس ذاتِ کے لئے جو علیم وخبیر ہے، سمیع وبصیر ہے۔ شادیوں میں اسراف اور فضول خرچی کا موضوع بہت بڑا موضوع ہے، یہ بہت اہم بھی ہے، کسی ایک فرد یا ایک جماعت کا نہیں دُنیا جہاں کے مسلمانوں کو اس کے اُصول و ضوابط کی روشنی درکار ہے۔ اب انسانیت کے دُکھ درد مشترک ہوگئے ہیں، اس لئے خلق عظیم کا زیادہ سے زیادہ تذکرہ وقت کی پکار ہے، ذات اور آفاق کا رشتہ سمندر اور ساحل کا رشتہ ہے۔ "از دِل خیزد و بردل ریزد" والا معاملہ ہے یہ سچ ہے کہ

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کروبیاں

الحمد للہ اُمت محمدی کو اب اپنی تباہی و بربادی کا احساس پیدا ہو چکا ہے اور اب اپنی حالت کو بدلنے کا خیال پیدا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ بھی قوموں کی حالت اُس وقت تک نہیں بدلتا جب تک خود اُن کو اپنے حالات کے بدلنے کا خیال نہ پیدا ہو۔ اب جب کہ ہمیں اصلاح حال کا خیال پیدا ہوا ہے تو یہ ایک نیک فال ہے، یقیناً اب ہمیں اللہ بزرگ و برتر کی مدد انشاء اللہ شامل حال ہوگی۔

فی زمانہ شادیوں میں جو اسراف اور فضول خرچکی کی رسم چل پڑی ہے وہ پہلے تو ایسی ہرگز نہیں تھی، حالات نے مسلمانوں کو مجبور کردیا ہے۔ حالات حاضرہ یہ ہیں کہ لڑکیوں کی تعداد حد سے زیادہ تجاوز کرتی جارہی ہے۔ جہاں دس لڑکیان ہیں وہاں صرف چار لڑکے۔ اخبارات شاہد ہیں کہ رشتوں کے کالم میں ہزاروں لڑکیوں کی تفصیلات ہیں، صفحات بھرے رہتے ہیں بہ نسبت اُس کے لڑکوں کے لئے رشتوں کا ایک صفحہ بھی نہیں ملتا، ایسے میں لڑکے والوں کا Demand بہت بڑھ گیا ہے، وہ لڑکی والوں سے حیران کن مطالبات کرتے ہیں، اب صرف اہل ثروت اور متمول مسلمان کسی طرح اپنی لخت جگر کے ہاتھ پیلے کرنے کے لئے دُلہا والوں کے ہر جائز وناجائز مطالبات کو پورا کرنے کی حامی بھر لیتے ہیں اور روپیہ پانی کی طرح بہا کر اپنی نور نظر کی شادی انجام دیتے ہیں۔ اس طرح شادیوں میں بے جا اسراف اور فضول خرچی کی رسم چل پڑی ہے۔ مالدار گھرانوں کی لڑکیوں کی شادیاں انتہائی تزک و احتشام سے انجام پارہی تو غریب اور متوسط گھرانوں کی لڑکیاں بن بیاہی بیٹھی ہوئی ہیں، اُن کی عمریں بڑھتی جارہی ہیں لیکن شادی کی کوئی صورت نظر نہیں آتی جب کوئی اُمید بر نہیں آتی تو لڑکیاں غیر مذہب کے لڑکوں سے رسم و راہ بڑھا کر بھاگ کھڑی ہورہی ہیں۔ ایسے میں ملت کا جو حقیقی معنوں میں درد رکھتے ہیں اُن کو اللہ نے اس بات کی توفیق دی ہے کہ وہ سماج کے ان گمراہ کن رسموں کو جو اسراف اور فضول خرچی میں خدائی قانون کو پس پشت ڈال کر اپنی مرضی سے شادیوں میں بے حد اسراف اور فضول خرچی سے باز کرانے کے لئے حتی المقدور کوشاں ہیں۔ اس خصوص میں سب سے پہلے مسلمانوں کے سچے ہمدرد و بہی خواہ جناب زاہد علی خاں صاحب نے آواز اُٹھائی اور وہ ایک عرصۂ دراز سے اس کوشش میں لگے ہوئے ہیں کہ نکاح کو آسان سے آسان طریقہ پر انجام دیا جائے، کئی دوبدو پروگرام منعقد کروارہے ہیں اور اُن پروگراموں میں مسلمانوں کو اسراف اور فضول خرچی نہ کرنے کی تاکید کرتے جارہے ہیں، مگر مرض بڑھتا ہی گیا جوں جوں دوا کی کے مصداق مسلمان سنی ان سنی کر رہے ہیں، وہی حالت ہے جو پہلے تھی سواب بھی ہے۔ جرمانوں کی دھاک ڈالی گئی۔ قاضی صاحبان کو ایسے شادیوں میں نکاح نہ پڑھنے کے لئے آمادہ کیا گیا، ایسے شادیوں کا بائیکاٹ کرنے کا اعلان کیا گیا مگر سب بیکار ہوگیا۔

مسلمانوں کی اس ہٹ دھرمی اور دیدہ دلیری کی وجہ یہ ہے کہ اُن کے دلوں سے خدا کا خوف اُٹھ گیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت دلوں سے رُخصت ہوگئی ہے، ایسے میں ضرورت اس امر کی ہے کہ اُن کو اسلامی تعلیمات کا سبق یاد دلایا جائے اور اسلام میں اسراف اور فضول خرچی کی جو ممانعت کی گئی اُن کو بتلا دیا جائے آخر میں اللہ تعالیٰ سے دُعا کی جائے کہ اللہ تعالیٰ عامۃ المسلمین کو نیک توفیق عطا فرمائے۔

شادیوں میں جو اسراف اور فضول خرچی ہو رہی ہے اُس کو روکنا ہوگا، وہ کیا کیا ہیں۔ تو آیئے رشتہ طے ہونے سے لے کر اختتام تک ہم بات چیت جو شروع کرتے ہیں، اُس سے لڑکے والے کس حسنِ خوبصورتی سے مطالبات پیش کرتے ہیں وہ ملاحظہ ہو۔ فرماتے ہیں دیکھئے صاحب ہم آپ سے جہیز کی فہرست نہیں مانگتے، وہ تو آپ اپنی نورِ نظر کو ہماری اُمید سے زیادہ ضرور انشاء اللہ دیں گے، ہمارے صرف چند مطالبات ہیں، اگر قبول اُفتد زہے عز و شرف۔

گھوڑے جوڑے کی رقم: آپ نوشہ کے لئے نقد رسم کتنی دیں گے اور سواری کے لئے موٹر کار کونسی دیں گے، یہ بات پہلے طے کروالی جاتی ہے۔ یہ رسم اسلامی تعلیمات کے مغائر ہے، اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ لڑکی والے بیٹی دے رہے ہیں، لاکھ دے رہے ہیں۔ اگر دُلہا والوں کو خدا کا خوف ہے اور شریعت محمدی کا پاس ہے تو اُن کو یہ مطالبہ ہرگز نہیں کرنا چاہئے، یہ سراسر فضول خرچی ہے۔ دیکھئے ہم سرکار کے اُمتی ہیں، سرکارؐ نے اپنی چہیتی صاجزادی کو کیا گھوڑے جوڑے کی رقم دی تھی، تو ہم کس شمار میں، مسلمان یہ مانگنا چھوڑ دیں۔

اپنی ضرورتوں کو کم کرو تمہیں راحت ملے گی۔ یہ دست سوال دراز کرنا، دوسرے معنوں میں بھیک مانگنے کے مترادف ہے جو انسانی وقار عظمت کو مجروح کرتی ہے۔ معیشت و اسباب معیشت اللہ تعالیٰ کے خزانۂ عامرہ کا عطیہ ہے، چنانچہ حکم ہے کہ رزق کی تلاش میں زمین پر پھیل جاؤ اور زمین کو مدفون خزانوں سے زندگی کے سامان فراہم کرو، مرد ہو کر ہاتھ پھیلاتے ہو، شرم شرم۔ لہٰذا یہ گھوڑے جوڑے کا مطالبہ غیر اسلامی رسم ہے، ختم کردی جائے۔ اسراف سے بچو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ترجمہ: سو جس شخص کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لئے کھول دیا تو وہ اسلامی تعلیمات کو قبول کرتا ہے۔ (سورۃ الزمر: 23 واں پارہ) جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں اُن کے بدن کانپ اُٹھتے ہیں۔ صاحب ایمان مسلسل اپنا محاسبہ کرتا رہتا ہے۔ محاسبہ یہ کہ تو کیا کرتا ہے، کیا کھاتا ہے، کہاں سے لاتا ہے، یہ جو شادی میں رقم تو خرچ کر رہا ہے وہ سود پر قرض سے حاصل کردہ تو نہیں۔ مختصر یہ کہ خوف خدا اور حب رسول ہی مسلمانوں کو شادیوں میں فضول خرچی اور اسراف سے بچاسکتے ہیں۔ فرمان خداوندی ہے۔ احسان کا طریقہ اختیار کرو کہ اللہ محسنوں کو پسند کرتا ہے۔ مسلمانوں تمہارا ہر کام قرآن وسنت کے مطابق ہو تو تمہارے دین و دُنیا سنور سکتے ہیں۔ قرآن مجید ہماری رہبری کے لئے موجود ہے۔

فطرتِ انسانیت اسلام کا قانونِ حق
رہ نمائے راہ یزدانی ہے قرآن مجید

میعاری شادی خانہ کا مطالبہ
: جھوٹی شان و شوکت کا مظاہرہ کرنے کے لئے میعاری شادی خانہ کا مطالبہ دلہا والوں کی طرف سے ہو رہا ہے جس میں بہترین نرم صوفے، اعلیٰ قسم کی کرسیاں، لائٹ کا معقول انتظام، روشنی ہی روشنی ہو خواہ خانۂ دل کفر و ظلمت کے گھٹاٹوپ اندھیروں میں ڈوبا ہوا کیوں نہ ہو۔ اس پر لاکھوں روپیوں کی لاگت کیوں نہ آئے، یہ مطالبہ محض دکھاوے کا ہے محض نام و نمود کی خاطر روپیہ پانی کی طرح بہانا کونسی عقلمندی ہے، آدمی مٹی کا پتلا ہے، اُس کو غرور و تکبر زیب نہیں دیتا، تکبر شیطان کی صفت ہے، یہ رسم ختم کرنا ہوگی، لڑکی والے اپنے حسب استطاعت جو بھی شادی خانہ میں نکاح کی رسم انجام دینا چاہیں اُن پر چھوڑ دیں اور فضول خرچی کے نہ وہ نہ دُلہن والوں کو مرتکب بننے دیا جائے، ہمارے زمانہ میں شادیاں دن میں انجام دی جاتی تھیں، صرف صبح تا نصف النہار میں سب کچھ چائے و پانی پہ ہو جاتا تھا، اگر ہو سکے تو پہلے کی طرح دن میں نکاح پڑھوایا جائے۔ بے جا اکڑفوں نے اچھے اچھوں کے سر نیچے کردیئے ہیں۔

کتنے مفلس ہوگئے کتنے تونگر ہوگئے

خاک میں جب مل گئے دونوں برابر ہو گئے

اس لئے لڑکے والوں کو اللہ رسول کا واسطہ دے کر ان تمام رسومات بے جا سے دستبردار ہونے کو کہا جائے۔ شادی خانہ کے بعد کھانا اچھا کھلانے کا مطالبہ ہوتا ہے۔

شادی کا دستر خوان: لڑکے والوں کا اصرار ہوتا ہے دیکھئے صاحب کھانا کم از کم 500 آدمیوں کو مدعو کرنا ہوگا کھانے میں کم از کو دو گوشتہ بریانی۔ مُرغ کے دو چار قسم کے ڈش، قمی کباب مرچوں کا سالن، دہی کی چٹنی دو چار قسم کا، میٹھا گل فردوس، آسکریم، کولڈرنک تو آپ رکھیں گے ہی علاوہ ازیں مرغ و ماہی و دیگر اگر ہوں تو مناسب ہوگا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا اسلام اس کی اجازت دیتا ہے، کیا شریعت محمدی اور قرآن مجید اس قسم کے پر تکلف دعوت کا اہتمام کرنے کی ہدایت دیتا ہے، اُٹھایئے قرآن و حدیث اور مطالعہ کیجئے اور بتلائے۔

جنت و دوزخ کے سب اعمال غیبی ہیں عیاں
اطلاع نظم برہانی ہے قرآن مجید
آخرت کی زندگانی کا مکمل ترجمان
احتساب و عدل سلطانی ہے قرآن مجید
طالب راہ ہدایت کے لئے نصیحت ہے یہ
غیب پر ایمان لانا فرض ہے انسان پر
ظلمتوں میں نقش برہانی ہے قرآن مجید

خدا اور رسول کی فرمانبرداری ہر آفت سے بچاتی ہے، جس نے قناعت کو چھوڑا وہ کبھی غنی نہ ہوا۔

شادی میں بینڈ باجہ، آتش بازی: شادی کے معنی ہیں خوشی کے، مگر ایسی بھی کیا خوشی کہ آپے سے باہر ہو جارہے ہیں، شادی میں باجہ رکھتے ہیں، باجہ کے سامنے گھنٹوں نوجوان ناچتے ہیں، ڈُلہا جس کی وجہ سے دیر سے آتا ہے۔ باراتی انتظار کر کے واپس لوٹ جاتے ہیں، یہ باجے کی رسم اسلامی تعلیمات کے مغائر ہے لہٰذا اس کو خیر باد کہنا ہوگا اور آتشبازی گویا روپیہ کو جلانا ہے یہ آگ کا کھیل دوزخ کی راہ ہموار کرتا ہے، یہ سراسر اسراف اور فضول خرچی ہے، شریعت محمدی اس کی اجازت نہیں دیتی، لہٰذا یہ رسم منسوخ کردی جائے۔ سادگی کے ساتھ مسجد میں نکاح پڑھایا جائے اور دُلہن والوں کو کھانا کھلانے کی زحمت نہ دی جائے۔ نکاح کو آسان بنائیں تا کہ زنا جنم نہ لینے پائے۔ دُنیا فنا کا گھر ہے۔ خدا نے جس حال میں رکھا ہے اُس کے موافق ہر کام انجام دیں۔ خدا کی گرفت بڑی سخت اور ہولناک ہے۔ خدا کی اُس پکڑ سے بچنا ہو تو قرآن و سنت کے بتلائے ہوئے اُصولوں پر عمل کریں، رب چاہی زندگی گزاریں من چاہی زندگی نہ گزاریں۔ قیامت کے روز انسان کو نجات کا انحصار دو باتوں پر ہوگا۔ 1-ایمان اور 2-عمل صالح۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

آیئے اب ہم عامۃ المسلمین مل کر عہد کریں کہ ہم سب آج کے بعد اپنی شادیوں میں کبھی بھول کر بھی اسراف اور فضول خرچی نہیں کریں گے، اس عہد کے باتوں عملی طور پر سب ہی کمر بستہ ہو کر عملی میدان میں قدم رکھیں۔ اس خصوص میں یہ کام قوم وملت کے نوجوانوں کا ہے وہ آگے آئیں، علاوہ ازیں اہل علم و بصیرت و دانشمند حضرات مل کر ایک کمیٹی "انسداد اسراف و فضول خرچی" بنائیں، اُس کمیٹی کا ایک صدر، ایک نائب صدر، ایک معتمد عمومی ایک نائب معتمد، ایک خازن اور گیارہ اراکین مجلس پر کمیٹی تشکیل دی جا کر عملی طور پر کام شروع کردیں۔ قاضی صاحبان کو پابند کریں کہ وہ ایسی فضول خرچ والی شادیوں کی دعوت قبول نہ کریں اور وہاں خطبۂ نکاح پڑھانے نہ جائیں، پرنٹنگ پریس والوں کو پابند کیا جائے کہ وہ پر تکلف دعوتوں کے رقعہ جات طعام وغیرہ شائع نہ کریں۔ ڈُلہا والے و دُلہن والے شادی طے ہونے کے بعد کمیٹی کی اجازت کے بعد رقعہ جات طبع کروائیں۔

اگر ہم اللہ اور رسول کی خوشنودی چاہتے ہیں تو عملی طور پر یہ کام کر دکھائیں، یعنی سادہ شادی کے انعقاد عمل میں لانے کی سعی کریں، اس طرح شادیوں میں اسراف اور فضول خرچی سے بچا جاسکتا ہے، صرف نیت کرلینا ہے۔ ارادہ کرلیں تو کوئی چیز مشکل نہیں۔

اُسوۂ حسنہ یعنی پیغمبری کردار صرف ایک ہے جو ہمارے لئے نمونہ ہے اور وہ ہے حضور اکرم کا اسوۂ حسنہ۔ ہمیں حضور کا اسوۂ حسنہ اختیار کرنا چاہئے۔ قرآن مجید کیسا

انقلاب پرور اور ترقی پسند ضابطہ حیات ہے۔ انسان کا ضمیر مرتا نہیں اگر کوئی اللہ کا بندہ اُسے جگادے تو وہ جاگ جاتا ہے۔ برے سے برا آدمی بھی اچھے سے اچھا بن سکتا ہے۔

ہم مسلمان قرآن وسنت کی تعلیمات کو نظر انداز کرتے ہوئے من مانی کررہے ہیں نتیجتاً ذلیل وخوار ہورہے ہیں، بے جا اسراف اور لین دین کے شکنجہ میں پھنس گئے ہیں، تعلیمی اور معاشی لحاظ سے بھی بہت کمزور ہوتے جارہے ہیں، یہ سب کیا ہے دین سے دوری ہے۔

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہوکر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہوکر

اے مسلمانو! تمہیں کیا ہوگیا ہے کیوں اس قدر دین سے غفلت برت رہے ہو۔ اُٹھوں غفلت کی نیند سے جاگو۔ قلب سوز سے خالی اور روح احساس سے نابلد ہے، شریعت محمدی کا کوئی پاس نہیں ہے خیر گذشت آنچہ گذشت اب بھی وقت ہے جاگ جاؤ۔ تمام رسومات کو خیرباد کہہ دو۔ سانچق کی رسم، پاؤں میز پر کی رسم اور نہ جانے ایسی کتنی رسمیں ہیں جن میں روپیہ پانی کی طرح بہایا جارہا ہے، اس سے ایک غریب لڑکی کی شادی ہوسکتی ہے جو کار خیر ہے۔

آخر میں اللہ سے گڑگڑا کر یہ دُعا ہے کہ اے رب العالمین تو اپنے فضل وکرم سے ہمارے دلوں کو اپنی طرف کھینچ، ہمیں صراط مستقیم پر لے چل، ہمیں دین کا صحیح فہم عطا فرما۔ قرآن وحدیث کا علم عطا فرما اپنی اور اپنے محبوب کی محبت عطا فرما اور حضور کی اتباع کی توفیق عطا فرما۔ یا اللہ ہمیں ظاہر پرستی سے بچا کر اسلام کی روح سے آشنا کردے۔ ہمیں حق کو دکھا اور اُس کا اتباع کرنے کی توفیق عطا فرما۔ ہمیں حق پر چلا، باطل سے دور رکھ، یا اللہ ہم گنہگار ہیں ہماری گردن گناہوں کے بوجھ سے جھکی ہوئی ہے۔ ہم جانتے بوجھتے تیری نافرمانیاں کررہے ہیں۔ جھوٹی شان وشوکت کے لئے بے دریغ روپیہ پانی کی طرح بہارہے ہیں۔ ہمیں جن باتوں کا حکم دیا گیا ہے اُس سے روگردانی کررہے ہیں اور جو کام کرنے کا حکم نہیں دیا گیا اُس کو بہ بانگ دہل انجام دے رہے ہیں سمجھ بوجھ رکھتے ہوئے عمداً نافرمانیاں کررہے ہیں، تیرا خوف دل سے اُٹھ گیا اگر تیرا ڈر ہوتا تو تیرے احکامات کی خلاف ورزی ہرگز نہیں کرتے۔

یا اللہ ہم کمزور ہیں غلطیاں کررہے ہیں پھر بھی تجھ سے معافی کے طلبگار ہیں، تیرے عذاب کے خوف سے لرزاں وترساں ہیں۔ قبر کے عذاب کا حال سن کر کانپ کانپ جاتے ہیں۔ ہمارا دل تو تیری طرف مائل ہے اب تو ہی نیک توفیق دے کہ ہم اسراف اور فضول خرچی سے یکلخت باز آئیں، جس طرح تو نے شراب کو حرام قرار دیا تو مکہ کی گلیاں شراب سے بہنے لگی تھیں، سبھوں نے شراب کو بہادیا تھا، اسی طرح تو ہمیں ایسی توفیق دے کہ ہم میں کا ہر مسلمان اسراف اور فضول خرچی کرنے سے سچی توبہ کرنے اور اُس پر کاربند ہوجائے اور اب تک ہم سے جو گناہ ہوئے ان کو اے اللہ اے واسع الکریم معاف کردے، ہم تجھ سے عفو وکرم فضل وکرم کا سوال کرتے ہیں۔ ہم تیری پناہ چاہتے ہیں ہم تیرے محبوب کے اُمتی ہیں وہ شفیع المذنبین ہیں۔

اے اللہ ہماری زندگی میں ایک انقلاب برپا کردے۔ ہماری انفرادی زندگی ہماری اجتماعی زندگی کا تو نگہبان ہوجا اور ہمیں اطاعت خداوندی اور اتباع مصطفوی کا درس دے، ہمیں معاملات زندگی کو سلجھانے کا شعور عطا فرما۔ ہم رسول پاکؐ کے اُمتی ہیں جو ہمارے لئے وجہ فخر وابتہاج ہے ہم کو شعور آگیا ہے ہم حضور کے اسوۂ حسنہ پر چلنے کا عہد کررہے ہیں۔

دوستوں اب بھی وقت ہے آنکھیں کھولو خود جاگو اور غفلت کی نیند سے اوروں کو جگاؤ اپنے دلوں کی اصلاح کرلو۔ جب دل سنور جاتے ہیں تو پوری زندگی سنور جاتی ہے۔ دوستوں اللہ کے ہوجاؤ اگر اللہ کی خوشنودی چاہتے ہو تو اُس کے احکام وفرامین کی اطاعت کرو اُس کی رضا پر راضی رہو۔ اسلام دین فطرت ہے اُس کے قوانین فطرت کے عین مطابق ہیں اسلام فطرت انسانی کو بے راہ روی سے روکتا ہے اور اُسے کسی ایسے راہ پر چلنے کی اجازت نہیں دیتا جو اُس کی تباہی کا باعث بنے پس اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہوجاؤ اسی میں دین ودُنیا کی سرخروی ہے۔

□□

گناہوں سے بچیں

ڈاکٹر محمد عبدالحئی عارفی

معصیت سے اجتناب: حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی۔ لیکن ان دونوں کے درمیان کچھ چیزیں ایسی ہیں جو مشتبہ ہیں۔ تو جو شخص مشتبہ گناہ سے بچے گا وہ بدرجہ اولیٰ کھلے ہوئے گناہوں سے بچے گا اور جو شخص مشتبہ گناہوں کے کر ڈالنے میں جرأت دکھائے گا تو کھلے گناہوں میں اس کا پڑ جانا بہت زیادہ متوقع ہے اور معصیتیں اللہ تعالیٰ کا ممنوعہ علاقہ ہیں (جس کے اندر کسی کو جانے کی اجازت نہیں اور اس کے اندر بلا اجازت گھس جانا حرام ہے) جو جانور ممنوعہ علاقہ کے آس پاس چرتا ہے اس کا ممنوعہ علاقہ میں گھس جانا بہت زیادہ متوقع ہے۔ (مشکوٰۃ حیوۃ المسلمین)

گناہ کا علاج: حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے (ایک لمبی حدیث میں) روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے کو گناہ کرنے سے بچاؤ، کیونکہ گناہ کرنے سے اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوجاتا ہے۔ (مسند احمد)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تم کو تمہاری بیماری اور دوا بتلادوں؟ سن لو، بیماری گناہ ہیں اور تمہاری دوا استغفار ہے۔ (ترغیب، بیہقی)

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے اس کا کوئی گناہ ہی نہ تھا۔ (بیہقی مرفوعاً و شرح السنہ موقوفاً)

البتہ حقوق العباد میں توبہ کی یہ بھی شرط ہے کہ اہل حقوق سے بھی معاف کرائے۔ (حیاۃ المسلمین)

گناہوں کی پاداش: حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، ہم دس آدمی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے۔ آپ ہماری طرف متوجہ ہوکر فرمانے لگے، پانچ چیزیں ایسی ہیں جن سے میں خدا کی پناہ چاہتا ہوں کہ تم لوگ ان کو پاؤ (1) جب کسی قوم میں بے حیائی کے افعال علی الاعلان ہونے لگیں گے وہ طاعون میں مبتلا ہوگی اور ایسی ایسی بیماریوں میں مبتلا گرفتار ہوگی جو ان کے بڑوں کے وقت میں کبھی نہیں ہوئی۔ (2) اور جب کوئی قوم ناپنے تولنے میں کمی کرے گی قحط اور تنگی اور ظلم حکام میں مبتلا ہوگی۔ (3) اور نہیں بند کیا کسی قوم نے زکوٰۃ کو مگر بند کیا جاوے گا اس سے باران رحمت؟ اگر بہائم نہ ہوتے تو کبھی اس پر بارش نہ ہوتی اور (4) نہیں عہد شکنی کی کسی قوم نے مگر مسلط فرمادے گا اللہ تعالیٰ اس پر اس کے دشمن کو غیر قوم سے، پس یہ جبر لے لیں گے وہ ان کے اموال کو۔ (ابن ماجہ)

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بادشاہوں کا مالک میں ہوں۔ بادشاہوں کے دل میرے ہاتھ میں ہیں اور جب بندے میری اطاعت کرتے ہیں میں ان کے بادشاہوں کے دلوں کو ان پر رحمت اور شفقت کے ساتھ پھیر دیتا ہوں اور جب بندے میری نافرمانی کرتے ہیں میں ان بادشاہوں کے دلوں کو غضب اور عقوبت کے ساتھ پھیر دیتا ہوں، پھر وہ ان کو سخت عذاب کی تکلیف دیتے ہیں۔ (ابونعیم)

گناہوں کا وبال: حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قریب زمانہ آرہا ہے کہ کفار کی تمام جماعتیں تمہارے مقابلے میں ایک دوسرے کو بلائیں گی، جیسے کھانے والے اپنے خوان کی طرف ایک دوسرے کو بلاتے ہیں۔ ایک کہنے والے نے عرض کیا اور ہم اس وقت (کیا) شمار میں کم ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں، بلکہ تم اس روز بہت ہوگے، لیکن تم کوڑا (ناکارہ) ہوگے جیسے ہوا کی رو میں کوڑا اُڑ جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کے دلوں سے تمہاری ہیبت نکال دے گا اور تمہارے دلوں میں کمزوری ڈال دے گا۔ ایک کہنے والے نے عرض کیا کہ یہ کمزوری کیا چیز ہے (یعنی اس کا سبب کیا ہے)؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا کی محبت اور موت سے نفرت۔ (ابوداؤد، بیہقی، حیاۃ المسلمین)

گناہ کبیرہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بڑے بڑے گناہ یہ ہیں: اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا اور ماں باپ (کی نافرمانی کرکے ان) کو تکلیف دینا اور بے خطا جان کو قتل کرنا اور جھوٹی قسم کھانا۔ (بخاری)

حضرت صفوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے (ایک لمبی حدیث میں) روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی حکم صادر فرمائے، ان میں سے یہ بھی ہے کہ کسی بے خطا کو کسی حاکم کے پاس مت لے جاؤ کہ وہ اس کو قتل کرے (یا اس پر کوئی ظلم کرے) اور جادو مت کرو۔

اور ان گناہوں پر عذاب کی وعید آئی ہے، حقارت سے کسی پر ہنسنا، کسی پر طعن کرنا، برے لقب سے پکارنا، بدگمانی کرنا، کسی کے عیب تلاش کرنا، بلا وجہ برا بھلا کہنا، چغلی کھانا، دورویہ ہونا، یعنی اس کے منہ پر پرویسا، اس کے ایسا، تہمت لگانا، دھوکا دینا، کسی کے نقصان پر خوش ہونا، تکبر وفخر اور ظلم کرنا، ضرورت کے وقت باوجود قدرت کے مدد نہ کرنا، کسی کے مال کا نقصان کرنا، کسی آبرو کو صدمہ پہنچانا، چھوٹوں پر رحم نہ کرنا، کسی دنیوی رنج سے بولنا چھوڑ دینا، جاندار کی تصویر بنانا، زمین پر موروثی کا دعویٰ کرنا، ہٹے کٹے کو بھیک دینا، داڑھی منڈوانا یا کٹانا، کافروں یا فاسقوں کا لباس پہننا، عورتوں کا مردانہ وضع بنانا، جیسے مردانہ جوتا پہننا اور بہت سے گناہ ہیں۔ یہ نمونے کے لئے لکھ دیے ہیں، سب سے بچنا چاہئے اور جو ہوچکے ہیں ان سے توبہ کرتا رہے کہ توبہ سے سب گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔

بعض کبائر: ماں باپ کو ایذا دینا، شراب پینا، کسی کو پیٹھ پیچھے بدی سے یاد کرنا، کسی کے حق میں گمان بد کرنا، کسی سے وعدہ کرکے وفا نہ کرنا، امانت میں خیانت کرنا، جمعہ کی نماز ترک کرنا، کسی غیر عورت کے پاس تنہا بیٹھنا، کافروں کی رسمیں پسند کرنا، لوگوں کے دکھاوے کو عبادت کرنا، قدرت ہونے پر نصیحت ترک کرنا، کسی کا عیب ڈھونڈنا۔

جس شیخ سے اعتقاد ہو اس کی پیری کرکے دوسروں کو برا سمجھنا درست نہیں اور پیروی مجتہد اور شیخ کی اسی وقت تک ہے جب تک ان کی بات اللہ اور رسول کے خلاف نہ ہو۔ اگر ان سے کوئی غلطی ہوگئی ہو اس میں پیروی نہیں۔ ایمان جب درست ہوتا ہے کہ اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب باتوں میں سچا سمجھے اور ان کو مان لے۔ اللہ اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی کسی بات میں بھی شک کرنا، اس کو جھٹلانا یا اس میں عیب نکالنا یا اس کے ساتھ مذاق اڑانا، ان سب سے ایمان جاتا رہتا ہے۔

علامات قہر الٰہی: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مال غنیمت اور بیت المال کے مال کو اپنی دولت قرار دیا جائے یعنی بیت المال اور قومی خزانہ جو ملک کی رعیت اور مستحق لوگوں کے لئے ہوتا ہے اس کو امراء صاحبان منصب اپنی جاگیر سمجھ کر اپنی ذات اور عیش وعشرت کے لئے استعمال کرنے لگیں اور جب امانت کو مال غنیمت سمجھ کر ہضم کیا جانے لگے۔ جب زکوٰۃ کو تاوان شمار کیا جائے۔ جب علم کی تحصیل دین کے لئے نہیں، بلکہ محض دنیا طلبی کے لئے ہونے لگے۔ جب مرد عورت کی اطاعت شروع کرے۔

(باقی......صفحہ......41......پر)

مولانا عبیداللہ خالد

ضبط وتحریر: ابوعکاشہ مفتی ثناء اللہ ڈیروی

اسلام میں عورت کا مقام

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسوله الکریم أما بعد! فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم، بسم الله الرحمن الرحیم: (وما آتاكم الرسول فخذوه و ما نهاكم عنه فانتهوا) صدق الله مولانا العظیم۔

میرے محترم بھائیو! بزرگو اور دوستو! اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے! (وما آتاکم الرسول فخذوہ) اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو دین، جو شریعت، جو زندگی گزارنے کا طریقہ تمہیں دیں، تم اسے لے لو۔ (وما نہاکم عنہ) اور جس سے وہ تمہیں روک دیں، (فانتھوا) تم اس سے رک جاؤ۔

اللہ تعالیٰ نے ایک اصول اور ضابطہ بیان فرمایا ہے، چنانچہ اس ضابطے، اصول اور قاعدے کے مطابق جو انسان بھی زندگی گزارے گا اس کی زندگی اس دنیا میں بھی چین، سکون، عافیت اور کامیابی کی ہو جائے گی اور جو خدانخواستہ اس اصول، ضابطے اور قاعدے کی خلاف ورزی کرے گا، اس کے لئے اس دنیا میں بھی اور آخرت کی ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی میں بھی خسارہ، نقصان اور تباہی ہے، چونکہ سرورکائنات جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت تک آنے والے انسانوں کے لئے نبی اور رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں۔

چنانچہ آپ اس اصول اور ضابطے کو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاۃ مبارکہ سے لے کر اب تک اگر جانچیں گے تو بالکل دو اور دو چار کی طرح یہ واضح ہوگا اور سمجھ میں آجائے گا کہ یہی قاعدہ اور ضابطہ بالکل درست اور صحیح ہے۔

آپ پوری دنیا کا جائزہ لیں اور اقوام اور ملتوں کی زندگی دیکھیں تو بالکل طے ہے کہ تمام معاشرے اور تمام مذاہب بالکل ختم ہو چکے ہیں، تباہ ہو چکے ہیں کچھ بھی باقی نہیں بچا اور وہ لوگ جنہوں نے اس ضابطے پر عمل کیا، ان میں سب سے پہلی اور مبارک جماعت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ہے، آپ صحابہ کے مردوں کا جائزہ لیں، آپ صحابہ کی عورتوں کا جائزہ لیں، آپ صحابہ کے بچوں کا جائزہ لیں، سب کے سب نے بھرپور کامیاب زندگی گزاری، اس کے بعد تابعین، تبع تابعین، بزرگان دین اولیائے کرام ہیں، فقہاء ہیں، مجتہدین ہیں، سب کامیاب ہیں، کیسے کامیاب؟ ایسے کامیاب کہ آج اور قیامت تک ہر مسلمان کی یہ خواہش اور تمنا ہے کہ میں اپنے بیٹے کا نام ابوبکر رکھوں، میں اپنے بیٹے کا نام عمر رکھوں، میں اپنے بیٹے کا نام عثمان رکھوں، میں اپنے بیٹے کا نام علی رکھوں، میں اپنی بیٹی کا نام زینب رکھوں، میں اپنی بیٹی کا نام فاطمہ رکھوں، ایسا کیوں؟ اس لئے کہ وہ کامیاب ترین لوگ ہیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں کامیاب کیا، اس اصول پر عمل کرنے کی وجہ سے۔

اس کے برخلاف اگر آپ وہ زمانہ دیکھیں کہ جب قیصر کی حکومت تھی، کسریٰ کی حکومت تھی، حبشہ کی حکومت تھی اور ان کے پاس دنیا کے وسائل اور اسباب بھی تھے، لیکن وہ سو فیصد ناکام ہوئے۔ اس دنیا میں بھی ناکام ہوئے اور آخرت کی ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی ناکام ہو گئی، آپ یورپ جائیں، امریکہ جائیں، سب کچھ تباہ ہو گیا، کچھ بھی باقی نہیں۔

واقعہ...... میں ہالینڈ گیا، وہاں ایک شہر کے بازار سے ہم گزر رہے تھے، کئی ساتھی ہمارے ساتھ تھے، یہی ہماری وضع قطع تھی، تو پیچھے سے ایک آدمی دوڑتا ہوا آیا اور آ کے اس نے ہمیں سلام کیا، ہم نے سلام کا جواب دیا اور اس سے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ اس نے بتایا کہ میں پاکستانی مسلمان ہوں، آپ کو دیکھا تو لگا کہ آپ بھی پاکستان سے آئے ہیں۔ اس نے کہا کہ آپ پاکستان میں کہاں

رہتے ہیں؟ ہم نے کہا کہ پاکستان میں کراچی میں رہتے ہیں، کہا میں بھی کراچی کا ہوں، آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی، میں چاہتا ہوں کہ آج رات کا کھانا، آپ میرے ساتھ کھائیں، ہم نے انکار کیا اور کہا کہ بھئی! ہم ایک جگہ ٹھہرے ہوئے ہیں، ہمارے رہنے کھانے کا سب انتظام ہے۔

ہاں! آپ ہمارے ساتھ آجائیں اور ہمارے ساتھ کھانے میں شریک ہوجائیں اور یہ جواب اسے اس لئے دیا کہ عام طور پر وہاں ہمارے پاکستانی نوجوان اکیلے رہتے ہیں، ہم نے سوچا کہ ہم کئی لوگ ہیں، ہماری وجہ سے اس بے چارے کو تکلیف ہوگی، ہمارا تو انتظام ہے ہی، یہ ایک ہے، یہ ہمارے ساتھ آجائے گا، ہمارے لئے کوئی مشکل نہیں۔

وہ بار بار اصرار کرتا رہا اور ہم بار بار انکار کرتے رہے، آخر وہ سمجھ گیا اس نے کہا آپ جو منع کر رہے ہیں اس لئے کہ مجھے کھانا بنانے میں، انتظام کرنے میں دشواری ہوگی، ہم نے کہا ہاں، اس نے کہا میرا گھر ہے، بیوی ہے، میرے بچے ہیں، کوئی مسئلہ نہیں، کوئی مشکل نہیں، آپ میری دعوت قبول کرلیں، جب اس نے تفصیلات بتائیں تو ہمیں اطمینان ہوگیا اور اس کی دعوت قبول کرلی، اس نے ہمارے مقامی ساتھی کو اپنا پتہ سمجھادیا اور ہم عشاء کی نماز کے بعد اس کے گھر گئے بہت خوشی ہوئی کہ بہت وسعت والا گھر ہے اس نے ہمیں بٹھایا اور پھر وہ اپنے بچوں کو لے کر آیا، ایک کو لایا، دوسرے کو لایا، تیسرے کو لایا، اس نے کہا یہ میرا بڑا بیٹا ہے، اس نے قرآن حفظ کرلیا ہے۔ یہ دوسرا ہے۔ اس نے اتنے پارے یاد کرلئے ہیں، یہ تیسرا ہے، یہ ابھی ناظرہ قرآن شریف پڑھ رہا ہے، اور بیٹیاں بھی ماشاء اللہ قرآن حفظ کررہی ہیں اور قرآن پڑھ رہی ہیں، ان سب بچوں کو جو ہم نے دیکھا تو اندازہ ہوا کہ اس کی بیوی یہاں کی مقامی عورت ہے، میں نے پوچھا آپ نے یہاں شادی کی ہے؟

کہاں ہاں، میری بیوی یہاں کی مقامی عورت ہے، میں نے پوچھا کیسے شادی کی؟ تو وہ مسکرانے لگے، کہنے لگے کہ شادی یہاں سب سے آسان ترین کام ہے، میں نے پوچھا وہ کیسے؟ وہاں کی کرنسی گلڈر ہے، اس زمانے میں ہمارے پاکستان کے 12 روپے اور وہاں کے ایک گلڈر۔ اس نے کہا کہ اگر کسی کے پاس دس گلڈر ہیں تو اس کی شادی ہوسکتی ہے اور اس کا طریقہ یہ ہوگا کہ آپ کسی بھی کیفے میں، ریسٹورنٹ میں چلے جائیں اور وہاں کوئی خالی کرسی لے کر بیٹھ جائیں چند منٹ ہی گزریں گے کہ کئی لڑکیاں آپ کے اردگرد چکر لگانا شروع کردیں گی، ان میں جو آپ کو پسند ہو اسے آپ چائے، کافی، جوس کسی بھی چیز کی دعوت دے کر اپنے پاس بلالیں، ابھی آپ کی چائے، کافی، جوس ختم نہیں ہوگا کہ آپ کی شادی کے معاملات طے ہوجائیں گے۔

میں نے کہا کہ ایسا کیوں ہے؟ یہ بات بتانی ہے۔ اس نے کہا ایسا اس لئے ہے کہ ان کی معاشرت ختم ہوچکی ہے جنگل کے جانوروں کو بھی اپنے ہم جنس جانوروں میں شاید کوئی مقام حاصل ہو، اس معاشرے میں عورت کو وہ مقام بھی حاصل نہیں، لڑکی بالغ بھی نہیں ہوتی اور اس پر انسانی درندے جھپٹ پڑتے ہیں، کوئی تین دن، کوئی چار دن، کوئی پانچ دن اس کے ساتھ عیش وعشرت کرتا ہے اور پھر اسے لات مار کر باہر نکال دیتا ہے اور یہ بے چاری پھر اور درندوں کے ہاتھ میں...... یہ عورت کا استعمال ہے۔

اس نوجوان نے کہا کہ یہاں کی عورتوں کو احساس ہو رہا ہے، وہ یہ سمجھتی ہیں کہ اگر ہم نے کسی مسلمان سے شادی کرلی، تو ہم محفوظ ہوجائیں گی، وہ کمائے گا، ہم بازاروں میں نہیں پھریں گی، ہم دفتروں میں نہیں جائیں گی، اور وہ کما کر جو کچھ لائے گا وہ ہمارے ہاتھ میں دے گا، ان کے ہاں تو اس کا تصور ہی نہیں ہے، نفسا نفسی ہے، افراتفری ہے، اس کا کوئی تصور نہیں کہ کوئی کما کر ہمیں دے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی کیا کرتا ہے؟ دن بھر، ہفتے بھر، مہینے بھر، جو کچھ کماتا ہے لاکے بیوی کے ہاتھ میں دے دیتا ہے کہ تم اس گھر کی ملکہ ہو۔ اس گھر کی مالکہ کون ہے؟ بیوی اور وہ ملکہ اور مالکہ کیا کرتی ہے؟ اپنے میاں کی، شوہر کی خدمت کرتی ہے، اس کے کپڑے دھوتی ہے، استری کرتی ہے، صبح کام پہ جانے سے پہلے کپڑے تیار، اس کے جوتے تیار، اس پر فخر محسوس کرتی ہے کہ میں اپنے شوہر کے لئے کھانا پیش کروں،

ناشتہ پیش کروں اور جب وہ کام پہ چلا جاتا ہے تو دن بھر سوچتی ہے کہ میں کیا ایسی چیزیں بناؤں کہ میرا شوہر جب واپس آئے تو خوش ہو جائے۔

مرد گھر میں داخل ہوتا ہے تو مسکرا کر اس کا استقبال کرتی ہے، گرم گرم چائے پیش کرتی ہے، مجھے بتاؤ یہ معاشرہ، یہ زندگی جنت والی ہے یا نہیں؟ کیوں ہے؟ **(وما آتلکم الرسول فخذوه و ما نهلكم عنه فانتهوا)**

عورت بازاروں کے لئے نہیں ہے، عورت غیروں کے لئے نہیں ہے، عورت تو اپنے مرد کے لئے ہے، اپنے محرم مردوں کے لئے ہے، اپنے بیٹوں کے لئے ہے، اپنی بیٹیوں کے لئے ہے، وہ اس لئے نہیں ہے کہ اس کے ساتھ اس طرح کا کھلواڑ کیا جائے، یہ کون سکھاتا ہے؟ یہ دین اسلام سکھاتا ہے، چنانچہ اس نوجوان کی کارگزاری پر میں حیران ہو گیا، اس نوجوان نے کہا کہ جب میں نے اس لڑکی سے، جو آج میری بیوی ہے، شادی اور نکاح کے معاملات طے کئے تو سب سے پہلے شرط یہ رکھی کہ اسلام قبول کرلو، اس نے کہا میں تیار ہوں، میں نے اسے قرآن پڑھایا، اس نے کہا کہ میں صرف قرآن پڑھوں گی نہیں، بلکہ حفظ کروں گی، وہ حافظہ ہے، میرا گھر جنت ہے، وہ میری خدمت کرتی ہے، میرے بچوں کی خدمت کرتی ہے، فرض نماز تو دور کی بات، اس کی تہجد کی نماز قضا نہیں ہوتی۔

میرے دوستو! یہ اسلام کی برکت ہے، یہ دین کی برکت ہے، جتنا اسلام آئے گا، جتنا دین آئے گا، اتنا گھر جنت بنے گا، اتنی زندگی پرسکون ہوگی اور یہ یاد رکھیں کہ جتنا ہم دین سے دور ہوں گے، آج ہم دین سے دور ہیں ہمارے گھروں میں قرآن نہیں پڑھا جاتا، ہمارے گھروں میں نماز نہیں پڑھی جاتی، ہم آج اپنی اولاد کو دین کی تربیت نہیں دیتے، تو اس کا نتیجہ کیا ہے؟

نتیجہ یہ ہے کہ اولاد انتظار کرتی ہے کہ کسی طرح یہ مرے اور اس کا مال ہم حاصل کریں، وہی مغربی معاشرت آج ہم نے اپنائی ہے وہ تو تباہ ہو چکے ہیں، برباد ہو چکے ہیں، کچھ نہیں رہا ان کے پاس، جس کا جی چاہے جا کے دیکھ لے۔

میرے ساتھ ایک واقعہ پیش آیا، لندن ایئرپورٹ پر میں ساتھیوں کا انتظار کر رہا تھا جو مجھے لینے کے لئے آرہے تھے، اچانک میں نے پاؤں کے پاس حرکت محسوس کی، ایک دم میں نے دیکھا تو ایک نوجوان لڑکی، اس کے ہاتھ میں ڈبہ تھا، جب میں نے اسے دیکھا تو ہٹ گئی اور اس نے بہت عاجزانہ انداز میں کہا کہ کیا میں آپ کے جوتے پالش کر سکتی ہوں؟ یہ کراچی نہیں، پشاور نہیں، لندن ہے۔ اس بے چاری کا کوئی باپ نہیں، کوئی ماں نہیں، اس کی کوئی پہچان نہیں، اس کو کوئی کما کر دینے والا نہیں، اس کی کوئی عزت کرنے والا نہیں، پورا کا پورا معاشرہ تباہ ہے، کچھ بھی نہیں۔

میرے دوستو! اللہ کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عطا فرمائے ہیں، شکر ادا کرنا چاہئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دین دیا، باپ کی قدر ہمیں بتائی، ماں کی قدر ہمیں بتائی، بیوی کی قدر ہمیں بتائی، بہن کی قدر ہمیں بتائی، تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کتنے بڑے احسانات ہیں۔

میرے دوستو! یہ کون سکھاتا ہے کہ ماں کے پاؤں کے نیچے جنت ہے؟ مغرب کے پاس کیا ہے؟

یہ کون سکھاتا ہے کہ باپ جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے؟ یہ کون سکھاتا ہے کہ ماں باپ کو دیکھنے سے بیت اللہ کو دیکھنے سے زیادہ ثواب ملتا ہے؟ یہ دین سکھاتا ہے، جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے۔

میرے دوستو! سوائے اس راستے کے اور کوئی کامیابی کا راستہ نہیں، سوائے اس راستے کے اور کوئی راستہ عزت کا نہیں ہے، سوائے اس راستے کے اور کوئی راستہ چین کا نہیں ہے۔

میرے دوستو! چین اگر ہے، عزت اگر ہے، کامیابی اگر ہے تو وہ صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین میں ہے۔

(وما آتاکم الرسول فخذوہ) وہ جس چیز کا حکم دے رہے ہیں اس پہ عمل کرلو، وہ جس چیز سے منع کر رہے ہیں اس سے رک جاؤ، تو عزت ہی عزت، چین ہی چین اور آخرت کی ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی بھرپور کامیاب بن جائے گی۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ □□□

محمد صابر حسین ندوی

اسلام کی جڑیں شہداء کے خون سے لالہ زار ہیں

اسلام کی جڑیں نوجوانوں کے خون سے لت پت ہیں، اس کی ہر شاخ پر سروں کی قربانیوں کی علامات ہیں، اس کا درخت تناور اور ثمر آور ہے؛ لیکن ہر پھل اور پھول کی اصل میں لہو کا قطرہ نہیں بلکہ دریا ہے، جو انسانی تعبیر بحر احمر کہلانے کے لائق ہے، اس نے یونہی نہیں قیصر وکسری کے تاج نیزوں پر اچھالے، عظیم سلطنتوں اوران کے فرعونوں کی فرعونیت کو گرد کیا، کلدانی ویونانی تہذیب اور رومی و مجوسی تصوارات کو زیر خاک کیا، یونہی نہیں اس نے چہار دانگ عالم میں اپنی قوت وطاقت اور صلاح وخیر کا ڈنکا بجایا؛ بلکہ ان سب کے پس پردہ جاں نثاروں اور سر بکف جیالوں کی سرکردگی، باطل کے خلاف اٹھ کھڑے ہونے اور حق کی حمایت ونصرت میں جان لٹا دینے کا جذبہ شامل تھا، خلافت راشدہ، اموی، عباسی اور عثمانی خلافت کی بنیادوں میں گرچہ بعض پر اعتراضات کئے جاسکتے ہیں، ان کے سیاسی موقف اور شاہی تعیش پر نشاندہی کی جاسکتی ہے، لیکن صدہا سال تک ہفت اقلیم پر اسلامی علم کو لہرانے کا سہرا انہیں جواں مردوں پر ہے، جو روباہی سے پرے اور لیت ولعل سے بعید از بعید تھے، مشرق ومغرب اور شمال وجنوب کی طنابیں ملا دینے اور پوری انسانیت کو ایک ہی رنگ میں رنگ دینے والے وہی حق پرور اور جانفشانی کے حامل افراد تھے، جن کی نمائندگی کرتے ہوئے اور اس کے پس پردہ لذت آشنائی کے ذائقہ کا پتہ دیتے ہوئے علامہ اقبال رحمہ اللہ نے بجا فرمایا:

یہ غازی یہ تیرے پر اسرار بندے
جنہیں تو نے بخشا ہے ذوق خدائی
دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا ودریا
سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی
دو عالم سے کرتی ہے بے گانہ دل کو
عجب چیز ہے لذت آشنائی
شہادت ہے مطلوب ومقصود مومن
نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی

مکہ مکرمہ کے افق سے اسلام کے طلوع ہونے اور اس کی کرنوں کی ضیاء پاشی مدینہ منورہ کی پاک سرزمین پر ہوتے ہی محض ایک سال کے انتظار بعد جس کی ابتدا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چند ہم نوا اور سرفروش اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ کر چکے تھے، جنہوں نے غزوہ بدر کی صورت میں خدائی عزت وجلال اور اسی کی حکومت وسیادت کا اعلان کردیا تھا، وہ ایک مشت بھر جماعت نے باطل پرست اور غیر اللہ کے پجاریوں، ہبل اور لات ومنات کے حامیوں کی اینٹ سے اینٹ بجادی دی تھی، ابوجہل کا غرور اور ابولہب کا گھمنڈ چور چور کردیا تھا، عتبہ وشیبہ کی طاقت کو ملیامیٹ کر دیا تھا، اور رہی سہی کسر دوسری متعدد غزوات کے ذریعہ پوری کردی تھی، اس مختصر گروہ نے کچھ سالوں میں ہی اپنے ایمانی جذبہ، خون میں سمند رکا سا جوش اور دریا کی سی روانی لئے ہوئے مقوقس کے تاج کو بھی روند ڈالا، زرتشت کے آتشکدے بھی بجھا ڈالے، دجلہ و فرات پر مکین ظالم و جابر کے مکانوں کو نیست ونابود کرنے کیلئے اپنے گھوڑے بھی دریا میں ڈال دئے، ان کا تیار کردہ "بروج مشیدہ" کی بلندی، پرزور فصلیں اور دراز قامت بھی ان کے سامنے بونے لگنے لگے، وہ جہاں جاتے حق کا بول بالا ہوجاتا، باطل کا سر کچل دیا جاتا، اور وہ رسوا وخوار ہوکر کسی دور دراز علاقہ یا کسی غیر آباد آبادی میں

روپوش ہوجاتا، دنیا اپنی تمام تر وسعتوں کے باوجود تنگ ہوجاتی اوران کے سامنے اسلام کی سرپرستی قبول کرنے کے سوا کوئی چارہ باقی نہ رہتا، شاعر مشرق نے خوب کہا ہے:

نقش توحید کا ہر دل پہ بٹھایا ہم نے
زیر خنجر بھی یہ پیغام سنایا ہم نے
توڑے مخلوق خداوندی کے پیکر کس نے
کاٹ کر رکھ دیئے کفار کے لشکر کس نے
دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحر ظلمات میں دوڑادیئے گھوڑے ہم نے

اس جماعت ہی کے ایک متبرک گروہ نے جو اہل بیت کا شرف رکھتے تھے، نواسہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ تھا، اور سب سے بڑی بات یہ کہ وہ جگر گوشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہلاتے تھے، جنہیں جنت کی سرداری کا مقام حاصل تھا؛ اس کے باوجود جب نانا محترم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر اوراس کی روح پر بن آئی، یزیدیت نے سر اٹھایا، زیاد کی تلوار خون کی پیاسی ہوگئی، صحابہ کرام رضی اللہ اجمعین پر ایک غیر متفق شخصیت نے رعب وداب جمانے کی کوشش کی، اور دین پر اجارہ داری قائم کرنے اور اسے اپنے گھر کی لونڈی بنانا چاہا؛ تو اس مرد مجاہد نے مع اہل وعیال بے سروسامانی اور تنگ دامنی میں بھی اس کی فوج کا مقابلہ کیا، اس نے پیاس کی شدت اور بھوک کے شدید احساس کے ساتھ داد شجاعت دی، وہ ترستا رہا، میدان جنگ میں بچوں کی، عورتوں کی اور اہل بیت ہونے کی دہائیاں دیتا رہا؛ لیکن اس کے سامنے سپر ہوجانے اور اپنے نانا گرامی قدر صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو بازیچہ بننے پر راضی نہ ہوا، اس نے سر کٹایا؛ لیکن سر جھکایا نہیں، اس نے دریا کے پاس پیاس کی موت برداشت کی؛ لیکن دین کے سودے کے ساتھ پیاس بجھانے کو ترجیح نہ دی، اس نے معصوموں کی آہ وفغاں پر اوراپنے خون کے آخری قطرہ کے بہادینے پر لبیک کہا؛ لیکن قرآن ودین کے لٹ جانے پر آمادہ نہ ہوا، اور یہ ثابت کردیا کہ:

ہم جو جیتے تھے تو جنگوں کے مصیبت کیلئے
اور مرتے تھے تیرے نام کی عظمت کیلئے
تھی نہ کچھ تیغ زنی اپنی حکومت کیلئے
سر بکف تھے کیا دہر میں دولت کیلئے
ٹل نہ سکتے تھے اگر جنگ میں اڑ جاتے تھے
پاؤں شیروں کے بھی میدان سے اکھڑ جاتے تھے
تجھ سے سرکش ہوا کوئی تو بگڑ جاتے تھے
تیغ کیا چیز ہے، ہم توپ سے لڑ جاتے تھے

نواسہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کی توہین کی گئی، اسے نیزے پر اچھالا گیا، تشتری میں سجایا گیا؛ لیکن اس گھرانے کے کسی فرد نے بھی اس پر مصالحت نہ کی کہ دین کے کسی معاملہ پر حرف مو بھی انحراف کرلیں، نئے طرز حکومت یا یوں کہئے نااہل کے ہاتھوں اسلام کو پارہ پارہ کردئے جانے کو برداشت کرلیں، عرش الٰہی سے لے کر روئے زمین کی تمام مخلوقات میں ہلچل ہے، مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ میں تشویش پائی جارہی ہے، بزرگوں اور خیر اندیش میں تذبذب پایا جارہا ہے؛ لیکن کوئی نہیں جو اسلامی پرچم کی بلندی اور ظلمت کے خلاف رخت سفر باندھ لینے پر روک سکے، کسی کی بھی محنت رائیگاں اور صلہ رائیگاں ہے، مدمقابل حکومت کی بھی پیش کش ہے، بیعت وارشاد کا عالی مقام بھی منتظر ہے، مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا نصیب ہے، رفقاء اوراعزاء کا دامن ساتھ ہے؛ لیکن وہ آسمانی دین کی بے توقیری کیوں کر جھیل جاتے؟ کیونکر اپنے نانا محترم صلی اللہ علیہ وسلم کی پگڑی اچھلنے دیتے؟

قتل حسین اصل میں مرگ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے، ہر کربلا کے بعد

دراصل اسلام میں اصل بات یہی ہے کہ حق کی خاطر سر حاضر کردیا جائے، باطل کو دندانہ شکن جواب دیا جائے، اس کے سامنے رونا، پیٹنا اور اپنے آپ کو کوستے رہنے کی کوئی گنجائش نہیں، بات بات پر بے سروپا کے اقدام اور حق کی خاطر کشش وپیچ کا کردار نبھانے کی قطعا اجازت نہیں، اس دین کی سرفرازی اور عزت تلوار کے سایہ میں ہے، اس کی توقیر کی بحالی اور زمانے میں بت کدوں، ناجائز عقیدوں کی بیخ کنی صرف اور صرف شجاعت و بہادری ہی کا حصہ ہے، یہی ہے جس کے ذریعہ اسلام

مخالف کے دانت کھٹے کیے جاسکتے ہیں، ہر لحظہ ڈر وخوف کے ساتھ جینا اور اسلام کے نام پر ظالم طاقتوں کے ہاتھوں نوالہ تر بن جانے کی قطعاً اجازت نہیں، باطل طرز حکومت پر تکیہ کرنے اور اسلام کا دم بھرنے کے باوجود ان کے فیصلوں ہر ہامی بھرنے اور ہر لمحہ اپنے دین کو فطری دین بتا کر آرڈیننس جاری کرتے رہنے کی گنجائش سمجھ میں نہیں آتی، اس بات کی تاریخ شاہد ہے کہ کمزور ہمیشہ دبایا جاتا ہے، اسے ہر بات پر مصلحت کی چادر اوڑھائی جاتی ہے، یا حسین وعدوں کی وادیوں میں گمشدہ مال کی طرح چھوڑ دیا جاتا ہے، اور یہ صورت حال مجموعی طور پر پائی جائے تو پوری قوم کسی وادی تیہ میں بھٹک، بھٹک کر جان دے دیتی ہے؛ لیکن اگر کسی کے اندر طاقت ہو تو وہ زمانے سے نبرد آزما ہوتا ہے، دریاؤں کو موڑ دیتا ہے، اس کے سامنے سمندر کی ٹھاٹھیں بھی پست ہو جاتی ہیں، پہاڑوں اور چٹانوں کی سختی بھی موم بن جاتی ہے، وہ زمانے کو تلوار کی نوک پر رکھتا ہے، اور شیطانیت کا سر کچل کر رکھ دیتا ہے۔

قتل حسین دراصل اسی پیغام کا نام ہے، اور یہ سخت تازیانہ ہے اس سوچ پر جو کوئی اسلام کو چند رسوم وعقائد پر مقید کر دینا چاہتا ہے، اور جو دین کے نام پر غیر اسلامی نظام کو اپنے گلے میں ڈالے ہوئے ہیں، اس کا شیدا اور اس کا حامی بنے ہوئے ہیں، شوشلزم، کمیونزم، جمہوریت یا سرمایہ داری کے خول سے باہر نہیں نکل پا رہے ہیں، یہ سرزنش ہے اس فکر پر جو ایک ہی دل میں ضدین کو جمع کر دینا چاہتے ہیں، اور ان پر طنز ہے جو "عشق قاتل سے بھی اور مقتول سے بھی" کے روادار ہیں، یاد رکھئے! زمانے میں کبھی بھی دو طاقتیں ایک ساتھ موجود نہیں رہیں، اصل حکمرانی حق کی ہے، اسی کیلئے دوام و پائیداری ہے، اسی کیلئے روز قیامت کی صبح ہے، باطل تو جانے والا ہے، وہ خوار و ذلیل ہونے والا ہے، پہلے بھی اس نے منہ کی کھائی ہے، اور اب بھی اسے زیر زمیں ہی ہو کر رہنا ہے، ہمیں بس انتظار ہے اس دن کا جب اسلام اپنے پورے آب و تاب کے ساتھ اور پوری جلوہ گری کے ساتھ افق انسانی پر چھا جائے گا اور سرکشوں کا سر مسل دیا جائے گا، اور جب کشتوں کے پشتے لگ جائیں گے، اور دنیا پھر سے اس کی تنگی سے؛ وسعت کی طرف گامزن ہوگی، اور ایک ایسا قافلہ وجود میں آئے گا جو پوری انسانیت کو ایک ایسی دنیا کی طرف دھکا لے جائے گا جس کی انتہاء صرف اور صرف جنت ہے۔

□□□

شیطان کی ماں

امام رازیؒ (م606ھ) تحریر فرماتے ہیں:

"ایک واعظ سے منقول ہے کہ انہوں نے اپنی مجلسِ وعظ میں یہ بیان کیا کہ بندہ جب صدقہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے پاس ستر شیطان آتے ہیں اور اُس کے ہاتھ پاؤں اور دل سے چمٹ کر اُسے صدقہ کرنے سے روکتے ہیں، مجلسِ وعظ میں سے ایک صاحب یہ سن کر بولے کہ میں ان ستر شیطانوں سے لڑوں گا، چنانچہ وہ صاحب مسجد سے چلے اور اپنے گھر آئے، دامن کو گندم سے بھرا اور صدقہ کرنے کے ارادہ سے نکلے، ان صاحب کی بیوی (نے دیکھا) کود کر آئی اور میاں سے لڑنے جھگڑنے لگی، حتیٰ کہ اُن کے دامن سے ساری گندم نکال ڈالی، وہ صاحب خائب و خاسر ہو کر دوبارہ مسجد چلے آئے۔ واعظ نے پوچھا میاں کیا کر کے آئے؟ بولے ستر شیطانوں کو تو میں نے شکست دے دی تھی، لیکن کیا کرتا اُن کی ماں آ پہنچی اور اس نے مجھے شکست دے دی۔" (التفسیر الکبیر للامام الفخر الرازی: 1/95)

ڈاکٹر محمد نجیب قاسمی سنبھلی

جنت کی عورتوں کی سردار
حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا

حضرت فاطمہؓ کی ولادت: حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما کی والدہ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے چھوٹی صاحبزادی حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ولادت بعثت نبوی سے تقریباً پانچ سال قبل حضرت خدیجہؓ کے بطن سے مکہ مکرمہ میں ہوئی۔ حضرت فاطمہؓ کی ولادت کے وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر تقریباً 35 سال تھی۔ اور یہ وہ وقت تھا جب کعبہ کی تعمیر نو ہو رہی تھی۔ اسی تعمیر کے موقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہترین تدبیر کے ساتھ حجر اسود کو اس کی جگہ رکھ کر باہمی جنگ کے بہت بڑے خطرے کو ٹالا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تدبیر نے عرب کے تمام قبائل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و احترام میں اضافہ کردیا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولاد نرینہ کی وفات بالکل بچپن ہی میں ہوگئی تھی چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تینوں بیٹوں میں سے کوئی بھی بیٹا۔ 2-3 سال سے زیادہ باحیات نہ رہ سکا۔ چاروں بیٹیوں میں سے بھی تین کی وفات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں ہوگئی تھی۔ حضرت فاطمہؓ کا انتقال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے چھ ماہ بعد ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چاروں بیٹیوں میں سے کوئی بھی بیٹی 30 سال سے زیادہ باحیات نہ رہ سکی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے آخری سالوں میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہات ومحبت کا مرکز فطری طور پر حضرت فاطمہؓ بن گئی تھیں، یوں بھی وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت ہی چہیتی بیٹی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چاروں بیٹیاں مدینہ منورہ کے مشہور قبرستان (البقیع) میں مدفون ہیں۔

حضرت فاطمہؓ کی تربیت: حضرت فاطمہ زہراؓ نے اپنی والدہ ماجدہ حضرت خدیجہؓ کے زیر سایہ تربیت اور پرورش پائی۔ ابھی حضرت فاطمہ 15 سال کی تھیں کہ ماں کی شفقت سے محروم ہوگئیں۔ حضرت خدیجہؓ کے انتقال کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ کی خصوصی تربیت فرمائی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مربیہ حضرت ام ایمنؓ اور حضرت علیؓ کی والدہ حضرت فاطمہؓ بنت اسد نے بھی حضرت فاطمہؓ کی تربیت اور پرورش میں ایک اہم کردار ادا کیا۔ ان کے علاوہ فاطمہؓ کی بہنوں نے بھی حضرت فاطمہؓ کی ہمہ وقت دل جوئی فرمائی۔

حضرت فاطمہؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھیں: حضرت فاطمہؓ جس وقت چلتیں تو آپ کی چال ڈھال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بالکل مشابہ ہوتی تھی۔ (مسلم) اسی طرح حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ میں نے اٹھنے بیٹھنے اور عادات واطوار میں حضرت فاطمہؓ سے زیادہ کسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ نہیں دیکھا۔ (ترمذی) غرضیکہ حضرت فاطمہؓ کی چال ڈھال اور گفتگو وغیرہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جھلک نمایاں نظر آتی تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت: حضرت فاطمہ زہراؓ بچپن سے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی خدمت کرتی تھیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام میں نماز پڑھ رہے تھے، قریش کے چند بدمعاشوں نے شرارت کی غرض سے اونٹ کی اوجھڑی لاکر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ڈال دی اور خوشی سے تالیاں بجانے لگے۔ کسی نے حضرت فاطمہؓ کو خبر دی تو وہ دوڑی دوڑی آئیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر سے اوجھڑی کو اتار کر پھینکا۔ اسی طرح ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ

علیہ وسلم مکہ کی ایک گلی سے گزر رہے تھے کہ کسی بدبخت نے مکان کی چھت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر گندگی پھینک دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی حالت میں گھر تشریف لائے۔ حضرت فاطمہؓ نے یہ حالت دیکھی تو رونے لگیں اور پھر سر مبارک اور کپڑوں کو دھویا۔ حضرت فاطمہؓ نہ صرف عمومی حالات میں بلکہ سخت ترین حالات میں بھی نہایت دلیری اور ثابت قدمی سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتی تھیں چنانچہ جنگ احد میں جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک شہید ہوگئے تھے اور پیشانی پر بھی زخم آئے تھے تو حضرت فاطمہؓ احد کے میدان پہنچیں اور اپنے والد محترم کے چہرے کو پانی سے دھویا اور خون صاف کیا۔ غرضیکہ حضرت فاطمہؓ نے اپنے والد کی خدمت کا حق ادا کیا۔

حضرت فاطمہؓ کی مدینہ منورہ کو ہجرت: حضرت فاطمہؓ کا بچپن دین کے لئے تکلیفیں سہنے میں گزرا حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کی ایذاؤں سے بچنے کے لئے حضرت ابوبکرؓ کو رفیق سفر بناکر مدینہ منورہ کو ہجرت فرمائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اہل وعیال کو مکہ مکرمہ میں چھوڑ گئے تھے۔ کچھ مدت کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اہل و عیال اور حضرت ابوبکرؓ کے اہل وعیال کو مدینہ منورہ بلانے کا انتظام کیا۔ اس طرح حضرت فاطمہؓ اپنے والد کے پاس مدینہ منورہ ہجرت فرماگئیں۔

حضرت فاطمہؓ کا نکاح: 2ھ میں غزوۂ بدر کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سب سے چھوٹی بیٹی حضرت فاطمہؓ کا نکاح اپنے چچازاد بھائی حضرت علیؓ بن ابی طالب کے ساتھ کردیا۔ مسند احمد میں حضرت علیؓ کا واقعہ خود ان کی زبانی نقل کیا گیا ہے، جب میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ کے بارے میں اپنے نکاح کا پیغام دینے کا ارادہ کیا تو میں نے (اول میں) کہا کہ میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے، پھر یہ کام کیونکر انجام پائے گا؟ لیکن اس کے بعد ہی دل میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت اور نوازش کا خیال آ گیا۔ لہٰذا میں نے حاضر خدمت ہوکر پیغام نکاح دے دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال فرمایا: تمہارے پاس (مہر میں دینے کے لئے) کچھ ہے؟ میں نے عرض کیا: نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہاری زرہ (Shield) کہاں گئی؟ میں نے کہا: جی ہاں وہ تو ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو (فروخت کرکے مہر میں) دے دو۔

وضاحت: اہل سیر ومؤرخین نے تحریر کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پر حضرت علیؓ نے اپنی زرہ فروخت کی تھی جو حضرت عثمان غنیؓ نے خریدی تھی لیکن بعد میں حضرت عثمان غنیؓ نے حضرت علیؓ کو یہ زرہ بطور ہدیہ واپس کردی تھی۔ اس واقعہ سے مہر کی ادائیگی کی اہمیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہر کی ادائیگی کیلئے حضرت علیؓ کی پسندیدہ چیز کو فروخت کرادیا تھا۔

حضرت فاطمہؓ کا مہر: حضرت فاطمہؓ کے مہر کی مقدار کے متعلق چند روایات وارد ہوئی ہیں جن کا خلاصۂ کلام یہ ہے کہ حضرت فاطمہؓ کا مہر 400 درہم سے 500 درہم کے درمیان تھا۔ درہم چاندی کا ایک سکہ ہوا کرتا تھا جو عموماً 2.975 گرام چاندی پر مشتمل ہوتا تھا۔ اگر 480 درہم والی روایت کو لیا جائے تو حضرت فاطمہؓ کا مہر (2.975x480) 1428 گرام چاندی ہوگا، جس کو امت مسلمہ مہر فاطمی سے جانتی ہے۔

وضاحت: مہر عورت کا حق ہے، اس کو نکاح کے وقت متعین اور رخصتی سے قبل ادا کرنا چاہئے۔ مہر میں حسب استطاعت درمیانہ روی اختیار کرنی چاہئے نہ بہت کم اور نہ بہت زیادہ۔ اللہ تعالیٰ نے اس موضوع کی اہمیت کے پیش نظر قرآن کریم میں تقریباً 7 جگہوں پر مہر کا ذکر فرمایا ہے، لہٰذا ہمیں مہر ضرور ادا کرنا چاہئے۔ اگر ہم بڑی رقم مہر میں ادا نہیں کرسکتے ہیں اور لڑکی کے گھر والے مہر میں بڑی رقم متعین کرنے پر بضد ہیں جیسا کہ ہمارے ملکوں میں عموماً ہوتا ہے، تو ہمیں حسب استطاعت کچھ نہ کچھ مہر ضرور نقد ادا کرنی چاہئے (اور باقی موجل طے کرلیں) جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کی زرہ فروخت کراکے مہر کی ادائیگی کرائی۔ آج ہم جہیز اور شادی کے اخراجات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں لیکن مہر کی ادائیگی جو اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اس سے کتراتے ہیں۔

حضرت فاطمہؓ کا جہیز : تمام روایات کو جمع کرنے کے بعد جنت میں ساری عورتوں کی سردار کا جہیز صرف چند چیزوں پر مشتمل تھا، 1-ایک چار پائی۔ 2-ایک بچھونا۔ 3-ایک چمڑے کا تکیہ جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔ 4-دو مشکیزے۔ (جس کے ذریعہ کوئیں وغیرہ سے پانی بھر کے لایا جاسکتا ہے)

وضاحت : حضرت فاطمہؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے زیادہ پیاری اور چہیتی صاحبزادی تھیں، ان کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی عورتوں کی سردار بتایا ہے، ان کی شادی کس سادگی سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انجام دی کہ حضرت علیؓ نے نکاح کا پیغام دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ کے سامنے اس کا تذکرہ کیا، آپ خاموش رہیں جو رضامندی کی دلیل ہوا کرتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کے نکاح کے پیغام کو قبول فرمالیا اور مہر متعین کرکے اسی وقت چند صحابہ کرام کی موجودگی میں نکاح پڑھا دیا۔ چند ماہ بعد سادگی کے ساتھ رخصتی ہوگئی۔ کتب حدیث وتاریخ میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ کو جو جہیز دیا تھا وہ درحقیقت اسی رقم سے خریدا تھا جو حضرت علیؓ نے بطور مہر ادا کی تھی اور جہیز بھی انتہائی مختصر تھا جس کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کسی سے ادھار لیا اور نہ اس کی فہرست لوگوں کو دکھائی اور نہ جہیز کی چیزوں کی تشہیر کی۔ آج بیشتر لوگ جہیز میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں خواہ اس کے لئے کتنی بھی رقم اُدھار لینی پڑے اور نہ چاہتے ہوئے بھی ہر شخص کسی نہ کسی حد تک اس میں مبتلا ہے جس کی اصلاح کی اشد ضرورت ہے، کیونکہ جہیز کی کثرت کی وجہ سے بے شمار لڑکے اور لڑکیاں شادی سے رکے رہتے ہیں اور سماج میں متعدد برائیاں پھیلنے کا سبب بھی جہیز ہے۔ لڑکے یا ان کے گھرانے کی طرف سے اب جہیز کے لئے متعین سامان یا پیسوں کا عموماً مطالبہ بھی ہونے لگا، نیز جہیز دینے کے پیچھے ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کا جذبہ بھی کارفرما ہوتا ہے خواہ اس کے لئے ناجائز طریقوں سے مال حاصل کرکے ہی خرچ کرنا پڑے، جو جائز نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی اس مہلک بیماری سے حفاظت فرمائے۔ آمین

حضرت فاطمہؓ کی رخصتی اور ولیمہ : حضرت فاطمہؓ کی رخصتی صرف اس طرح ہوئی کہ حضرت ام ایمنؓ کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دولہا کے گھر بھیج دیا۔ یہ دونوں جہاں میں سب سے افضل بشر کی صاحبزادی کی رخصتی تھی جس میں نہ دھوم دھام نہ پالکی اور نہ روپیوں کی بکھیر، نہ حضرت علیؓ گھوڑے پر سوار ہوئے، نہ حضرت علیؓ نے بارات چڑھائی، نہ آتش بازی کے ذریعہ اپنا مال پھونکا۔ دونوں طرف سے سادگی سے کام لیا گیا، قرض ادھار لے کر کوئی کام نہیں کیا گیا۔ آج ہم سب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کے دعوے کرتے ہیں لیکن ان کی اتباع اور اقتدا میں اپنی اور خاندان کی ذلت اور عار سمجھتے ہیں۔ حضرت علیؓ نے دوسرے روز (مختصر) اپنا ولیمہ کیا جس میں سادگی کے ساتھ جو میسر آیا کھلا دیا۔ ولیمہ میں جو کی روٹی، کھجوریں، حریرہ، پنیر اور گوشت تھا۔ (سیرت سرورکونین۔ مفتی محمد عاشق الٰہی مدنیؒ)

کام کی تقسیم : حضرت علیؓ کے پاس کوئی خادم یا خادمہ نہیں تھی، اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ اور حضرت علیؓ کے درمیان کام کو اس طرح تقسیم کردیا تھا کہ حضرت فاطمہؓ گھر کے اندر کے کام کیا کرتی تھیں مثلاً چکی سے آٹا پیسنا، آٹا گوندھنا، کھانا پکانا اور گھر کی صفائی وغیرہ اور حضرت علیؓ گھر سے باہر کے کام انجام دیا کرتے تھے۔ (زادالمعاد)

تسبیح فاطمی : ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ غلام اور باندیاں آئیں تو حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کو مشورہ دیا کہ اس موقع پر تم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جاکر ایک خادمہ کا مطالبہ کرو، جو تمہاری گھریلو ضروریات میں تمہارے ساتھ تعاون کرسکے۔ چنانچہ حضرت فاطمہؓ اسی غرض سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ اُس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ لوگ حاضر تھے، اس لئے حضرت فاطمہؓ واپس آگئیں۔ بعد میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہؓ کے گھر تشریف لائے تو اس وقت حضرت علیؓ بھی موجود تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ فاطمہ تم اُس وقت مجھ سے

کیا کہنا چاہتی تھیں؟ حضرت فاطمہؓ تو حیا کی بنا پر خاموش رہیں، لیکن حضرت علیؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! چکّی پیسنے کی وجہ سے فاطمہؓ کے ہاتھوں میں چھالے اور مشکیزہ اٹھانے کی وجہ سے جسم پر نشان پڑ گئے ہیں۔ اس وقت آپ کے پاس کچھ خادم ہیں تو میں نے ہی ان کو مشورہ دیا تھا کہ یہ آپ سے ایک خادم طلب کرلیں تاکہ اس مشقت سے بچ سکیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا کہ اے فاطمہ! کیا تمہیں ایک ایسی چیز نہ بتادوں جو تمہارے لئے خادم سے بہتر ہے۔ جب تم رات کو سونے لگو تو 33 مرتبہ سبحان اللہ۔ 33 مرتبہ الحمدللہ اور 34 مرتبہ اللہ اکبر پڑھ لیا کرو۔ (ابوداؤد، ج-2، ص-64) غرضیکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چہیتی بیٹی کو خادم یا خادمہ نہیں دی بلکہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس کا بہترین بدلہ یعنی تسبیحات عطا فرمائیں، ان تسبیحات کو امت مسلمہ تسبیح فاطمی کے نام سے جانتی ہے۔

حضرت فاطمہؓ کے بعض فضائل و مناقب: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا فاطمہؓ میرے جسم کا ٹکڑا ہے، جس نے اسے ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا۔ دوسری روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حضرت فاطمہؓ کے رنج سے مجھے رنج ہوتا ہے اور اس کی تکلیف سے مجھے تکلیف ہوتی ہے۔ (مسلم)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر میں تشریف لے جاتے تو سب سے آخر میں حضرت فاطمہؓ سے مل کر روانہ ہوتے تھے اور جب واپس تشریف لاتے تھے تو سب سے پہلے حضرت فاطمہؓ کے پاس تشریف لے جاتے تھے۔ (مشکوٰۃ)

حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت فرمایا کہ بے شک یہ فرشتہ ہے جو زمین پر آج کی اس رات سے پہلے کبھی نازل نہیں ہوا، اپنے رب سے اجازت لے کر مجھے سلام کرنے اور یہ بشارت دینے کے لئے آیا ہے کہ یقیناً حضرت فاطمہؓ جنت کی عورتوں کی سردار ہیں اور حضرت حسنؓ و حضرت حسینؓ جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔ (مشکوٰۃ)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت فاطمہؓ: حضرت فاطمہ زہراؓ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا بہت شدید رنج ہوا تھا، چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین کے بعد انہوں نے خادم رسول حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایسی بات کہی تھی جس سے اُن کے دلی کرب و بے چینی کا اظہار ہوتا ہے اور جو اُن کے دلی غم کی عکاسی کرتا ہے۔ حضرت فاطمہؓ نے فرمایا: اے انسؓ! رسول اللہ کے جسم اطہر پر مٹی ڈالنا تم لوگوں نے کس طرح گوارا کرلیا۔ (مشکوٰۃ-547) حضرت فاطمہؓ کی والدہ حضرت خدیجہؓ، تین بہین اور تمام چھوٹے بھائی حضرت فاطمہؓ کی زندگی میں ہی وفات پا گئے تھے۔ اور پھر آخر میں آپ کو بہت چاہنے والے باپ کی وفات ہوگئی، باپ کی وفات پر جتنا بھی رنج ہوا ہو کم ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال پر اگرچہ حضرت فاطمہؓ نے پورے صبر و ضبط کا مظاہرہ کیا، لیکن پھر بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت فاطمہؓ بہت مغموم رہا کرتی تھیں چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت فاطمہؓ صرف 6 ماہ ہی باحیات رہ سکیں۔

حضرت فاطمہؓ کی اولاد: حضرت فاطمہؓ کے بطن سے تین صاحبزادے حضرت حسنؓ، حضرت حسینؓ اور حضرت محسنؓ اور دو صاحبزادیاں حضرت زینبؓ اور حضرت ام کلثومؓ پیدا ہوئیں۔ حضرت محسنؓ کا انتقال بچپن میں ہی ہوگیا تھا۔ حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کے ذریعہ ان کے نانا محترم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سلسلۂ نسب چلا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خصوصیت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی سے جو نسل چلی وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل سمجھی گئی ورنہ قاعدہ یہ ہے کہ انسان کی نسل اس کے بیٹوں سے چلتی ہے۔

حضرت فاطمہؓ کی وفات: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے تقریباً چھ ماہ بعد حضرت فاطمہؓ چند روز کی علالت کے بعد 3 رمضان المبارک 11 ہجری کو بعد نماز مغرب 29 سال کی عمر میں انتقال فرما گئیں اور عشاء کی نماز کے بعد دفن کردی گئیں۔ بعض مؤرخین کی رائے کے مطابق حضرت فاطمہؓ کی تاریخ وفات 3 جمادی الثانی 11 ہجری ہے۔

زندگی کو متاعِ بے بہا سمجھئے

جویریہ شریف

آج جمعہ تھا۔ میں صبح سے کوشش میں تھی کہ کام مکمل کرلوں۔ بچوں کو نہلا دھلا کر خود بھی غسل کیا۔ تیاری مکمل کر کے سورہ کہف پڑھ کر بمشکل تین بجے تک بچوں کا کھانا کھلا اور سلا کر قرآن کلاس میں جانے کے قابل ہو پائی۔ اکثر تو جمعہ کی کلاس کوشش ناتمام کی نذر ہو جاتی ہے۔ کبھی بچے نہیں سوتے اور کبھی کام تاخیر سے نمٹتے ہیں۔ خیر اس جمعہ کو تو یہ سعادت حاصل ہو ہی گئی۔

جماعت میں تاخیر سے پہنچنے والے طلبہ کی طرح چپ چاپ اپنی نشست پر جا بیٹھی۔ اس وقت سب لوگ عاصمہ سے مخاطب تھے۔ عاصمہ ہمارے پڑوس میں مقیم سمجھدار اور دین دار بچی ہے۔ وہ کچھ پریشان سی لگ رہی تھی۔ سب خواتین اسے کہہ رہی تھیں ”تم ان کے گھر گئی کیوں؟ کسی سے پوچھ تو لیا ہوتا! اس طرح تمہارا وہاں تنہا جانا مناسب نہ تھا۔ کم از کم اپنی امی ہی کا انتظار کرلیتیں۔“

عاصمہ پریشان تھی اور بے بس تھی۔ وہ کہہ رہی تھی ”وہ بلانے آئی تھی اور بہت اصرار کر کے ساتھ ہی لے گئیں۔ اگر عام حالات ہوتے، تو میں کبھی نہ جاتی مگر انہوں نے صورت حال ہی ایسے بیان کیا کہ میں امی کا انتظار بھی نہ کرسکی۔ ان کے گھر پہنچی، پہلے پولیس نے دیر تک روکے رکھا۔ میں اس سے قبل کئی بار یہ کام امی کے ساتھ انجام دے چکی ہوں، مگر اس جیسا خوف آج سے پہلے کبھی محسوس نہ ہوا تھا۔ پھر میں اکیلی تھی، ان کے ہاں تو کوئی آس پڑوس والا تھا اور نہ ہی خاندان والے، فقط وہ ایک بہن ہی تھی جو مجھے لے گئیں۔ میں نے اللہ سے مدد مانگی۔ خدا کی پناہ! میں بیان نہیں کرسکتی کہ مجھے کتنا ڈر لگا۔ مگر میں کچھ کہنے سے بچنا چاہتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں میرا اجر ضائع نہ ہو جائے۔“

قریب بیٹھی خالہ جان خاطب ہوئیں ”اللہ محفوظ رکھے پولیس والوں سے، وہ تو آس پڑوس والوں سے بھی پوچھ گچھ کررہے تھے۔ لوگوں نے ان کے گھر کیا جانا تھا، عجیب وغریب لوگ تھے۔“

میں متجسس تھی مگر خاموش بیٹھی رہی، عاصمہ کہنے لگی ”نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مرنے والے کی برائیاں بیان کرنے سے منع فرمایا ہے، اس لئے کچھ نہیں بتا سکتی۔ لیکن ان کے نقلی ناخن اتارتے ہوئے جس قدر بے بس ہوئی، بیان سے باہر ہے۔ گرم پانی سے بھی اتر نہ پائے۔“

”استغفر اللہ، اس فیشن کا ایسا انجام، یہ جان کر ہی جسم کا رواں رواں کھڑا ہو گیا۔“ ایک خاتون گویا ہوئیں۔

کلثوم باجی ”مجھے پہلے بھی ایک ساتھی نے بتایا تھا کہ جب کسی خاتون نے نیل پالش لگائی ہو، تو مرنے کے بعد وہ کسی چیز سے نہیں اترتی۔ اس لئے غسل میت مکمل نہیں ہو پاتا۔“

ایک فوتگی کی خبر اور غسل میت، دوسرے ایک معمولی فیشن کا ایسا بھیانک انجام جان کر ہی دل دہل گیا۔ مگر اتنی سی بات پر پولیس کا کیا کام؟

جواب نے مزید ہلا دیا۔ ان خاتون نے خودکشی کی تھی اور پنکھے میں پھندا ڈال کر خود کو لٹکا لیا۔ اگلی صبح بیٹے نے پولیس کو بلایا۔ مقدمہ بننے پر پولیس نے لاش کا پوسٹ مارٹم کروایا۔ خودکشی اور پھر پوسٹ مارٹم کی وجہ سے میت کو غسل دینا انتہائی تکلیف دہ ہو گیا۔ لیکن مجال ہے کہ عاصمہ نے ناخن اتارنے کی مشکل کے سوا میت کے بارے میں کوئی بات زبان سے نکالی۔ مجھے عاصمہ پر رشک آیا کیونکہ عورت ہو کر زبان بند رکھنا بہت بڑا کمال ہے۔ اس نے فقط خوفِ خدا

اور سنت نبوی کی پیروی کرتے ہوئے خود کو روکے رکھا۔ مجھے اس کی قوت ایمانی اور جرأت و ہمت دیکھ کر عاصمہ کی دوست ہونے پر فخر محسوس ہوا۔

میری نظر میں بہت سے لوگ گھوم گئے جو فخریہ بتاتے تھے کہ ہم نے خودکشی کی کوشش کی تھی یا جنہیں دنیا کے ہر مسئلے کا حل خودکشی ہی سوجھتا ہے۔ میرا دل چاہا ان سب کو خودکشی حرام ہونے کا مطلب تو بتادوں۔

میں چھوٹی تھی، تو دل میں اس سوال نے جڑ پکڑلی کہ کیا صرف اچھا بننا ہی زندگی کا مقصد ہے؟ تب یہ الجھن پیدا ہوئی کہ میں اچھی طالبہ ہوں، اچھی بیٹی بھی! پھر اسکول میں نتیجہ بھی بہترین ہوتا ہے۔ ہم آٹھ بہن بھائی ہیں۔ اگر میں نہ رہی، تو کون سا کوئی خاص فرق پڑے گا۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے مجھے کیوں پیدا کردیا؟

یہ پڑھ کر قارئین یقیناً سوچیں گے کہ میں کتنی جاہل تھی! مگر میری سوچ اتنی پختہ ہوئی کہ میں زندگی سے بے زار ہوگئی۔ حتیٰ کہ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے لگی ’’مجھے کیوں پیدا کردیا؟ میں نے سارے کام کرلئے ہیں۔ اب مجھے اپنے پاس بلالیں۔ مزید جی بھی لوں گی، تو کیا کرلوں گی۔ زیادہ سے زیادہ ڈاکٹر بن جاؤں گی۔ پھر کیا ہوگا؟ بس اتنا ہی کافی ہے۔ میں زندہ رہوں یا مر جاؤں کیا فرق پڑے گا؟‘‘

ایک دن علامہ اقبال کا ایک شعر سنا۔ امی جان نے سنایا تھا۔ دراصل جب میری الجھن زیادہ بڑھی، تو ایک روز یہ سوال ان سے کردیا۔ امی جان روٹیاں پکارہی تھیں۔ میں ساتھ کھڑی روٹیاں سینک رہی تھی۔ امی نے ایک نظر میری طرف دیکھا (آج سوچتی ہوں اتنے ’’اعلیٰ‘‘ خیالات سن کر دہل گئی ہوں گی) پھر کہنے لگیں ’’بیٹا! ایسا نہیں سوچتے۔ اور جو کام اللہ تعالیٰ کو آپ سے کروانا ہے، اس کا ابھی وقت ہی نہ آیا ہو۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس کے لئے آپ کو اپنی صلاحیتیں مزید نکھارنے کی ضرورت ہو!‘‘

گرہ کچھ کھلنے لگی، مگر ابھی الجھن باقی تھی۔ امی کچھ دیر خاموش رہیں پھر مخاطب ہوئیں۔

میری زندگی کا مقصد تیرے دین کی سرفرازی
میں اسی لئے مسلماں، میں اسی لئے نمازی

’’بیٹا! نماز پڑھنا یا اچھا ہونا نہیں بلکہ مقصد زندگی تو زمین پر اللہ کے دین کو قائم کرنا ہے۔ کیا یہ کام ہوگیا؟‘‘

میں نے نفی میں سر ہلایا۔ امی خاموش ہوگئیں اور میری الجھن بھی سلجھ گئی۔ اس کے بعد مجھے زندگی کبھی بے مقصد نہیں لگی اور نہ ہی میں نے یہ سوچا کہ خودکشی کرلوں۔ دعا ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں حرام موت سے بچائے اور انہیں بھی جو اس کے خواہشمند ہو چکے۔

□□□

ضروری اعلان

محترم قارئین کرام!

جن لوگوں کا سالانہ چندہ ختم ہوگیا ہے اور بعض لوگوں کا کئی سال کا بقایا ہے۔ ان سے گذارش ہے کہ جلد از جلد بقایا رقم ادا فرمادیں، اس وقت ادارے کو رقم کی سخت ضرورت ہے نیز اگر رسالہ جاری رکھنے کا ارادہ نہ ہو، مطلع کردیں تاکہ ادارے کا مزید نقصان نہ ہو۔

رضوان کا سالانہ چندہ مبلغ -/300 روپے ہے۔

جو حضرات دفتر سے معلومات حاصل کرنا چاہتے ہوں وہ ۲/ بجے سے شام ۵/ بجے تک فون پر رابطہ کرسکتے ہیں۔ جمعہ کے دن دفتر بند رہتا ہے۔

دفتر کھلنے کا وقت ۱۲/ بجے سے ۵/ بجے تک ہے، دیگر اوقات میں فون نہ کریں۔

رابطہ کیلئے : Mobile : 9415911511

مولانا محمد غیاث الدین حسامی

صحابہ کرامؓ کی گستاخی سے بچئے

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین وہ پاکیزہ نفوس ہیں جن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت بابرکت نصیب ہوئی، یہ وہ مقدس ہستیاں ہیں جن کی آنکھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضِ دیدار سے منور ہوئیں، اور جنہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت و رفاقت نے جلا بخشا، اور جنہوں نے اسلام اور پیغمبر اسلام کے لئے تن من دھن کی بازی لگادی، وہ اخلاص وللّٰہیت کے پیکر مجسم تھے، وہ ایسے عاشق رسول تھے کہ ان کی داستان عشق وفدائیت تا قیامت تر و تازہ رہے گی، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر محبت ووارفتگی کے لئے ایسے نمونے چھوڑے کہ رہتی دنیا تک یہ مشام جان کو معطر کرتی رہیں گی، صحابہ کی شان میں قصیدہ خوانی کرتے ہوئے حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ ”میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی ایسی شان دیکھی ہے کہ میں تم سے کسی کو ان کے مشابہ نہیں پاتا، وہ صبح اس حال میں نظر آتے تھے کہ ان کے بال بکھرے ہوئے ہوتے، غبار آلود ہوتے، رات انہوں نے سجدے اور قیام میں گذاری ہوتی، کبھی اپنی پیشانیوں پر جھکے ہوتے تھے، کبھی اپنے رخساروں پر، قیامت کی یاد سے ایسے بے چین نظر آتے تھے جیسے انگاروں پر کھڑے ہوں، ان کی پیشانی (کثرتِ طول سجود سے) ایسی سخت و خشک معلوم ہوتی تھی جیسے بکری کی ٹانگ، اللہ کا نام لیا جاتا تو ان کی آنکھیں ایسی اشکبار ہوجاتیں کہ ان کے گریبان ودامن تر ہوجاتے، اور وہ اس طرح سزا کے خوف اور ثواب کی امید میں لرزتے ہوئے نظر آتے، جیسے تیز آندھی کے وقت درخت، ان کی آنکھیں فرطِ گریہ سے سفید تھیں، ان کے پیٹ روزوں کی وجہ سے پیٹھ سے لگے ہوئے ہوتے، ان کے ہونٹ دعا سے خشک ہوتے، ان کے رنگ بے خوابی اور بیداری کی وجہ سے زرد ہوتے، ان کے چہروں پر اہل خشیت کی اداسی ہوتی، یہ میرے وہ بھائی ہیں جو دنیا سے چلے گئے، ہم کو حق ہے کہ ہم میں ان سے ملنے کی پیاس پیدا ہو، اور ہم ان کی جدائی پر ہاتھ ملیں۔“ (نہج البلاغہ، بحوالہ عظمت صحابہ نمبر) یہ وہ محبوب جماعت ہے جسے دنیا ہی میں رضائے الٰہی کا پروانہ عطا کیا گیا، قیامت تک آنے والے لوگوں کے لئے ایک عظیم واسطے ہیں کہ ان کے بغیر دین و شریعت نامکمل ہے، امت کو دین وایمان کا سرمایہ انہی مقدس نفوس کے واسطے سے ملا، اگر خیر القرون میں ان کی محنتیں اور قربانیاں نہ ہوتیں تو آج نہ جانے امت مسلمہ زیغ وضلالت کی کن کھائیوں میں جا گرتی، حضرات صحابہؓ کی اسی رفعتِ شان اور عالی مرتبت صفات کے سبب ہر دور کے علمائے حق نے صحابہ کرامؓ سے عقیدت و محبت کو ایمان کا جزو قرار دیا ہے، ان سے محبت حب نبوی کی دلیل ہے اور ان سے بغض ونفرت نبی سے بغض وعداوت کے مترادف ہے۔

صحابۂ رسول قرآن کی نظر میں

صحابۂ رسولؐ وہ مقدس اور پاکیزہ جماعت ہے جن کی تعریف وتوصیف خود اللہ جل شانہٗ نے فرمائی ہے، اور ان کو اپنی رضا و خوشنودی کا حقدار بتلایا ہے، سورۂ فتح کے اندر اللہ کا ارشاد ہے، محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ ایمان نہ لانے والوں کے حق میں تو سخت ہیں اور آپس میں رحمدل ہیں، آپ ان کو دیکھئے کہ وہ رکوع کررہے ہیں سجدہ کررہے ہیں اور اللہ کے

فضل و کرم اور خوشنودی کے طلبگار ہیں، ان کے چہروں پر سجدوں کے اثر سے ان کا نشان نمایاں ہے، ان کے یہی اوصاف تورات میں بھی ہیں اور انجیل میں بھی، گویا ایک کھیتی ہے، جس نے اپنی کونپل نکالی، پھر اس کو مضبوط کیا تو وہ موٹی ہوگئی، پھر وہ اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہوگئی جو کسانوں کو بھلی لگتی ہے، تاکہ ان کے سبب کافروں کا دل جلائے، جو لوگ ایمان لائیں اور نیک عمل کریں، اللہ نے ان سے مغفرت کا اور بڑے اجر کا وعدہ فرمایا ہے۔ (سورۃ الفتح:29)

قرآن میں جہاں صحابہ کرام کی فضیلت واہمیت بیان کی گئی ہے وہیں پر ان کو برا بھلا کہنے والوں کی سخت الفاظ میں مذمت کی گئی ہے، چنانچہ ارشاد ربانی ہے۔ "واذا قیل لھم آمنوا کما آمن الناس قالو انؤمن کما آمن السفھاء الا انھم ھم السفھاء ولکن لا یعلمون۔"

اور جب ان سے (منافقین) سے کہا جاتا ہے کہ جس طرح اور لوگ (یعنی صحابہ اخلاص کے ساتھ) ایمان لائے ہیں تم بھی ایمان لے آؤ تو کہتے ہیں کہ کیا ہم اس طرح ایمان لے آئیں جیسے بے وقوف لوگ ایمان لائے ہیں، کان کھول کر سن لو کہ وہ لوگ (منافقین) ہی بے وقوف ہیں لیکن وہ یہ بھی نہیں جانتے۔ (البقرۃ:13)

اس آیت میں صحابہ کی گستاخی کرنے والوں کا سخت الفاظ میں رد کیا گیا، اور پوری تا قیامت آنے والے انسانوں کو یہ بتلایا گیا کہ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو برا بھلا مت کہو، ان کی شان میں ادنیٰ سی گستاخی بھی سخت محرومی کا باعث ہے۔

صحابۂ رسولؐ احادیث کی روشنی میں

صحابہ کرامؓ کا تعلق براہ راست نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے ہے، اس لئے ان کی محبت عین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہے اور ان سے بغض رکھنا براہ راست نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض رکھنا ہے، ان کے حق میں ادنیٰ لب کشائی اور جرأت بھی ناقابل معافی جرم ہے۔ اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اللہ اللہ فی اصحابی لا تتخذھم غرضاً من بعدی فمن احبھم فبحبی احبھم، و من ابغضھم فببغضی ابغضھم، و من اذاھم فقد اذانی، و من اذانی فقد اذی اللّٰہ، و من اذی اللّٰہ فیوشك ان یأخذہ" اللہ سے ڈرو۔ اللہ سے ڈرو میرے صحابہؓ کے معاملہ میں۔ ان کو میرے بعد ہدف تنقید نہ بنانا، پس جس نے ان سے محبت کی تو میری محبت کی بنا پر، اور جس نے ان سے بغض رکھا تو مجھ سے بغض کی بنا پر، جس نے ان کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ کو ایذا دی، اور جس نے اللہ کو ایذا دی تو قریب ہے کہ اللہ اسے پکڑلے۔ (ترمذی، باب فیمن سب اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث نمبر:3662)

اسی طرح ایک مقام پر فرمایا "لا تسبوا اصحابی لا تسبوا اصحابی فوالذی نفسی بیدہ لو ان احدکم انفق مثل احد ذھباً ما ادرك مد احدھم، ولا نصیفہ"۔ میرے صحابہ کو برا بھلا نہ کہو، میرے صحابہ کو برا بھلا نہ کہو، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تم میں سے ایک شخص اُحد پہاڑ کے برابر سونا بھی خرچ کردے تو ان کے ایک سیر جَو کو بلکہ اس کے عشر عشیر کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔ (ترمذی، باب فیمن سب اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث نمبر:3861)

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا "اذا رایتم الذین یسبون اصحابی فقولوا: لعنۃ اللّٰہ علی شرکم۔" جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کو برا بھلا کہتے ہیں تو ان سے کہو تم میں سے جو برا (یعنی صحابہ کو برا کہتا) ہے اس پر اللہ کی لعنت ہے۔ (ترمذی، باب فیمن سب اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث نمبر:3866)

صحابۂ رسول اکابر امت کی نظر میں

حضرت فاروق اعظم عمر بن خطاب

رضی اللہ عنہ کو خبر دی گئی کہ فلاں شخص مقداد بن اسودؓ کو برا کہتا ہے تو آپ نے غصہ کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ "مجھے چھوڑ دو کہ میں اس نالائق کی زبان کاٹوں گا، تاکہ آئندہ وہ نالائق کسی صحابی کو برا کہنے کے لائق ہی نہ رہ جائے۔

(عظمت صحابہ نمبر: 960)

امام مالکؒ فرماتے ہیں: جو شخص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی کو بھی خواہ وہ حضرت ابوبکر و عمر و عثمان ہوں یا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم ہوں، برا کہے تو اگر کفر و فحش کا الزام لگائے تو اس کو قتل کر دیا جائے اور اس کے علاوہ گالیوں میں سے کوئی گالی دے تو اسے سخت سزا دی جائے گی۔ امام احمدؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی صحابی پر عیب یا نقص کا الزام لگائے تو اس پر شرعی سزا واجب ہے اور امام صاحبؒ ایسے شخص کے اسلام کو مشکوک سمجھا کرتے تھے، فرماتے تھے کہ ایسے شخص کو دین اسلام پر تم ایک تہمت سمجھو۔ امام مسلم کے استاد ابوزرعہ عراقی فرماتے ہیں کہ: "تم کسی کو دیکھو کہ وہ کسی صحابی کی تنقیص کر رہا ہے تو سمجھ لو کہ یہ شخص زندیق ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن حق ہے اور رسول حق ہے، اور جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں وہ حق ہے، اور ہم تک یہ سب حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے واسطے سے پہنچا، پس جس نے صحابہ کو مجروح کیا اور ان کی شخصیت کو داغدار کیا بے شک وہ شخص کتاب وسنت کو باطل کرنا چاہتا ہے، پس اس نالائق کو زندیق اور گمراہ قرار دینا زیادہ احق اور اقوم ہے۔ امام طحاویؒ اپنی مشہور ترین کتاب عقیدہ طحاویہ میں ذکر فرماتے ہیں: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم سے محبت کرتے ہیں اور ان میں سے کسی کی محبت میں غلو نہیں کرتے اور نہ ہی کسی پر تبراء کرتے ہیں، اور ہم ہر اس شخص سے بغض ونفرت کرتے ہیں جو صحابہ سے بغض رکھتا ہے، اور ہم ہمیشہ خیر و بھلائی کے ساتھ ہی ان کا ذکر کرتے ہیں، ان سے محبت کرنا دین ہے، ایمان ہے، احسان ہے، جب کہ ان سے بغض رکھنا کفر ہے، نفاق ہے اور سرکشی وفساد کا سبب ہے (شرح العقیدۃ الطحاویۃ-2/704) امام حسن بصریؒ سے پوچھا کہ **حب ابی بکر و عمر سنۃ؟** قال: لافریضۃ کہ کیا جناب ابوبکرؓ اور عمرؓ سے محبت کرنا سنت ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ فرض ہے۔ (کتاب الرقائق والحکایات لخیثمۃ بن سلمان، ص: 171) معروف تابعی امام مسروق کا فرمان: **حب ابی بکر و عمر و معرفۃ فضلھا من السنۃ** کہ سیدنا ابوبکرؓ اور عمرؓ سے محبت کرنا اور ان دونوں کے شرف و بلند مرتبہ کو پہچاننا مسنون عمل ہے۔ (العلل و معرفۃ الرجال للامام احمد-1/452-453) امام مالک کا فرمان: **کان السلف یعلمون اولادھم حب ابی بکر و عمر کما یعلمون السورۃ من القرآن** کہ سلف صالحین رحمھم اللہ اپنی اولاد کو قرآن کریم کی سورتوں کی طرح سیدنا ابوبکرؓ وعمرؓ کی محبت آداب سکھاتے تھے۔ (مسند الامام ابن القاسم الجوہری، ص: 100) امام ابن حزمؒ کا فرمان: آپ فرماتے ہیں کہ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت فرض ہے۔ (الجمہرۃ، ص: 3)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسم کے جانثار صحابہ رضی اللہ عنہم پر سب وشتم (گالی گلوچ) کرنا، اُن پر تبرا کرنا اور اپنی زبانوں کو اُن مقدس ہستیوں کے خلاف استعمال کرنا یہ موجودہ دور کی پیداوار نہیں، بلکہ اس کی ابتداء اُسی دن سے ہوگئی تھی جس دن سے صحابہ کرامؓ نے امام الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر لبیک کہا تھا، اور اپنا سب کچھ اللہ اور اس کے دین کی سربلندی کے لئے وقف کر دیا تھا، اُسی دن سے اسلام کے خلاف جہاں یہود و نصاریٰ اور مشرکین سرگرم ہوئے وہیں اسلام کا لبادہ اوڑھ کر چند لوگ جو اپنے دلوں میں دین اسلام کو مٹانے کی خواہش رکھتے ہیں، اس مشن میں اُن کے ساتھ لگ گئے اور اپنے مذموم مقاصد کو بروئے کار لانے کے لئے انہوں نے پہلے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس

شخصیت کو مجروح کرنا چاہا لیکن وہ اس میں کامیاب نہ ہو سکے، کیونکہ اس طرح اُن کا نفاق اور کفر ظاہر ہو جاتا اور وہ مسلمانوں میں گھل مل نہ سکتے تھے اسی لئے انہوں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اپنا ہدفِ تنقید بنایا اور اُن کے خلاف پروپیگنڈہ شروع کیا، ان کی شان میں بے ادبی اور گستاخانہ کلمات کہے اور نامناسب تحریریں لکھیں، جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس فرامین میں سیکڑوں احادیث اور تاریخی کتابوں میں بے شمار واقعات گستاخانِ صحابہ کے عبرتناک انجام کے بارے میں موجود ہیں، ذیل میں کچھ عبرت آموز واقعات ہدیۂ ناظرین کئے جا رہے ہیں۔

ابوبکرؓ کو برا کہنے کا انجام

کمال ابن القدیم نے تاریخ حلب میں بیان کیا ہے کہ ”ابن منیر نامی شخص جو حضرات شیخین کو برا کہتا ہے، جب مرگیا تو حلب کے نوجوانوں کو ابن منیر کا انجام دیکھنے کا داعیہ پیدا ہوا، آپس میں کہنے لگے کہ ہم نے سنا ہے کہ جو شخص حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو برا کہتا ہے تو اس کا چہرہ قبر میں سور جیسا ہو جاتا ہے، اور ہم جانتے ہیں کہ ابن منیر حضرات شیخین کو برا کہتا تھا، چلو اس کی قبر کھود کر دیکھیں کیا واقعی ایسا ہی ہے، جیسا کہ ہم نے سنا ہے، چنانچہ چند نوجوان اس پر متفق ہو گئے اور بالآخر انہوں نے ابن منیر کی قبر کھود ڈالا، جب قبر کھودی گئی تو کھلی آنکھوں سے دیکھا گیا کہ اس کا چہرہ قبلہ سے پھر گیا اور سور کی شکل میں تبدیل ہو گیا ہے۔ چنانچہ اس کی لاش کو عبرت کے لئے مجمع عام میں لایا گیا پھر اس کو مٹی میں چھپا دیا گیا۔“ (الزواجر:2/383)

ایک مردِ صالح نے بیان کیا کہ: ایک شخص کوفہ کا رہنے والا تھا، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو برا کہتا تھا، ہمارے ساتھ ہم سفر ہوا، ہم نے ہر چند اسے نصیحت کی لیکن وہ نہ مانا ہم نے اس سے کہا کہ ہم سے تو علاحدہ ہو جا، چنانچہ جب ہم اس سفر سے واپس ہونے لگے تو ایک روز اسی ہم سفر کا ملازم نظر آیا، اس نے ہم سے کہا کہ ہمارے آقا کی تو عجیب حالت ہو گئی ہے، اس کے دونوں ہاتھ بندر کے مانند ہو گئے ہیں، پھر جب ہم اس کے پاس گئے اور اس سے گھر واپس چلنے کے لئے کہا، اس نے جواب دیا کہ مجھے عجیب مصیبت پہنچی ہے، اور اپنے دونوں ہاتھ آستین سے نکال کر دکھائے تو واقعی بندر کے مثل تھے، پھر وہ ہمارے ساتھ ہولیا، لیکن راستے میں اس سے زیادہ عجیب تر واقعہ پیش آیا، ایک جگہ بہت سے بندر جمع تھے، جب ہمارا قافلہ وہاں پہنچا تو وہ سواری سے اتر کر بندر کی شکل میں ہو کر ان ہی کے ساتھ جا ملا“ (عظمت صحابہ نمبر:961)

صحابیٔ رسولؐ پر بہتان طرازی اور اس کا انجام

حضرت سعد ابن ابی وقاص جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتے میں ماموں ہوتے تھے، وہ مستجاب الدعوات تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے دعا فرمائی تھی کہ اے اللہ سعد کی دعا قبول فرما، ایک مجلس میں کچھ ناقدین معترضین لوگ بیٹھے تھے، جو حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی لڑائیوں پر تبصرہ کر رہے تھے، حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ نے کہا بھائی! ان کو برا مت کہو، کیونکہ یہ اچھے لوگ ہیں، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے جنتی ہونے کی بشارت دی ہے۔ ایک شخص اصحاب تنقید میں سے جو بہت زور و شور سے بول رہا تھا، اس نے پھر نامناسب الفاظ کہے، سعد بن ابی وقاص نے پھر منع کیا، اس کے باوجود وہ بولتا ہی رہا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کہا اچھا اب میں بددعا کرتا ہوں، انہوں نے بددعا کی کہ اے اللہ یہ تیرے مخلص بندے ہیں، جن کے متعلق تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جنتی ہونے کی بشارت دی ہے، یہ شخص ان کو برا کہہ رہا ہے، اگر واقعی یہ تیرے بندے تیری بارگاہ میں مقبول ہیں تو اس برا کہنے والے پر ایسا عذاب مسلط فرما جو دیکھنے والوں کے لئے عبرت بن جائے، پس اتنا

کہنا تھا کہ سامنے اونٹوں کی قطار جارہی تھی، ان میں سے ایک اونٹ بگڑا، وہ ان کی قطار میں سے نکل آیا، اِدھر اُدھر دیکھا پھر اس شخص کو پکڑا اور اس کی کھوپڑی کو چبا گیا، اور چبا کر اس کو ختم کر دیا، پھر قطار میں جا کر مل گیا۔ (عظمت صحابہ نمبر: 966)

حضرت حسینؓ کی گستاخی کرنے والے کا انجام

ابن جویزہ نامی شخص نے آکر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ آپ کو جہنم کی بشارت ہو، جواب میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے تو دو بشارتیں حاصل ہیں، ایک تو یہ کہ وہاں مہربان رب ہوگا، دوسرے وہ نبی وہاں موجود ہوں گے جو سفارش کریں گے، اور ان کی سفارش قبول کی جائے گی، پھر سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اس کے حق میں بددعا فرمائی کہ اے اللہ اس کے ٹکڑے ٹکڑے کرکے اس کو جہنم میں ڈال دے، چنانچہ اس کی سواری ایسی زور سے بدکی کہ وہ سواری سے اس طرح گر پڑا کہ اس کا پاؤں رکاب میں پھنس کر رہ گیا، اور سواری تیز بھاگتی رہی، اور اس کا جسم اور سر زمین پر گھسٹتا رہا جس سے اس کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے گرتے رہے، اللہ کی قسم! آخر میں صرف اس کی ٹانگ رکاب میں لٹکی رہی۔

حضرت اعمش رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی قبر پر گندگی ڈالنے کی گستاخی کی تو اس کے گھر والوں میں پاگل پن، کوڑھ اور خارش کی وجہ سے کھال سفید ہوجانے کی بیماری پیدا ہوگئی اور سارے گھر والے فقیر ہوگئے۔ حضرت اعمش رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی قبر مبارک پر غلاظت ڈال جاتا تھا، کچھ ہی دنوں کے بعد یہ شخص مجنون ہوگیا، اور کتوں کی طرح بھوکتے ہی بھوکتے مرگیا، لوگوں کا بیان ہے کہ اس کی قبر سے اب بھی چیخنے کی آواز آتی ہے۔" (عظمت صحابہ نمبر: 968)

غرض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وہ مبارک ہستیاں ہیں کہ جن کی عبادات، جن کے معاملات، جن کی قربانیاں، حتیٰ کہ جن کا جینا اور مرنا صرف اور صرف ایک اللہ رب العزت والجلال ہی کے لئے تھا، اس لئے ان کی شان میں بے ادبی اور گستاخی کرنے سے بچنا چاہئے، اور ان سے عقیدت و محبت رکھنا اور ان کے نقش قدم پر چلنا ہر مسلمان کی شرعی ذمہ داری ہے۔

□□□

مطبوعات

مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، ندوۃ العلماء لکھنؤ

نام کتاب	قیمت
تاریخ دعوت وعزیمت ۹ (جلدیں)	2800/-
Saviours of Islamic Spirit	630/-
Tafisr-ul-Qur`an (1-4)	1050/-
نبی رحمت (اردو)	400/-
نبی رحمت (ہندی)	250/-
نبی رحمت (انگریزی)	250/-
رہبر انسانیت (اردو)	260/-
رہبر انسانیت (ہندی)	250/-
رہبر انسانیت (انگریزی)	250/-
کل میزان	6140/-
خصوصی رعایت کے بعد صرف	3000/-

مجلس تحقیقات ونشریات اسلام سے حاصل کرسکتے ہیں۔

Academy of Islamic Research & Publications
Nadwatul Ulama, Lucknow
Phone : 0522-2741539, Mobile : 9889378176
A/c No. 10863759700, State Bank of India
Main Branch Lucknow. IFS Code. SBIN0000125

فقہی مسائل

سوال وجواب

مفتی راشد حسین ندوی

س : اگر کسی نے ایک بچہ کو گود لیا، پھر وہ بچہ بڑا ہو گیا تو اس کا نکاح کرتے وقت ولدیت میں حقیقی باپ کا نام لکھا جائے گا یا پالنے والے کا، اگر پالنے والے کا نام ولدیت میں لکھ دیا تو نکاح ہوا یا نہیں؟

ج : بچہ کی ولدیت میں اس کے حقیقی باپ کا ذکر کرنا چاہئے، اس کا حکم قرآن مجید میں دیا گیا ہے، "ادعوھم لآباھم" (ان کو ان کے باپ کے نام سے پکارو) ولدیت میں پالنے والے کا نام نہ لکھنا چاہئے، لیکن نکاح اس نام سے ہو جائے گا جس سے اس کا تعارف ہو جاتا ہو، ولدیت کا ذکر کرنا ضروری نہیں ہوتا، لہٰذا اگر پالنے والے شخص کا نام ولدیت میں لکھ دیا گیا، لیکن اس سے اس کا تعارف ہو جاتا ہے تو نکاح ہو گیا۔

س : زید کی بیوی کے دو بچے آپریشن سے ہوئے، زید کی اہلیہ بہت ہی کمزور ہے، اس بار وہ پھر حمل سے ہے، ڈاکٹر کا کہنا ہے کہ اس بار بہت خطرہ ہے، تو سوال کا مقصد یہ ہے کہ بچہ کی ولادت کے بعد خطرہ کے پیش نظر کیا عورت کا آپریشن (جس سے ولادت کا سلسلہ رک جائے) کرایا جا سکتا ہے؟

ج : اگر تجربہ کار ڈاکٹر زچہ یا بچہ کے جان کا خطرہ بتاتے ہیں تو شرعاً یہ آپریشن کرایا جا سکتا ہے۔ (رحیمیہ- 3/ 215۔ کتاب الفتاویٰ-6/237)

س : ایک شخص نماز میں لحن جلی کرتا ہے، ساتھ ہی لوگ اس سے ناراض بھی نہیں، آپ بتائیں کہ اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ یہ بھی تحریر کریں کہ امام کیسا ہونا چاہئے؟

ج : امام ایسا ہونا چاہئے جو مسائل دینیہ سے واقف ہو بقدر ضرورت صحت کے ساتھ قرآن پڑھ سکتا ہو، نیز اس کے اعمال شریعت کے موافق ہوں۔ (البحر الرائق-1/601 فتاویٰ محمودیہ 6/35) اگر امام صاحب سے لوگوں کی ناراضگی کی وجہ امام صاحب کے اندر کوئی دینی کمزوری ہے تو ان کی امامت مکروہ ہے، یا مقتدیوں کو راضی کریں یا امامت چھوڑ دیں۔ (شامی-1/413) اور امام صاحب اگر لحن جلی کرتے ہیں تو اگر سب مقتدی بھی اسی طرح کے ہیں تب تو نماز ہو جاتی ہے، لیکن اگر کوئی مقتدی صحیح قرأت پر قادر ہے تو کسی کی بھی نماز نہیں ہوگی، لہٰذا اس طرح کے امام کو قرأت صحیح کرنی چاہئے اور اگر اس پر قادر نہیں ہے تو امامت چھوڑ دینی چاہئے، اگر نہ چھوڑے تو اگر اس کو معزول کرنا ممکن ہو تو معزول کر دینا چاہئے۔ (شامی-1/438 فتاویٰ محمودیہ-7/39)

س: قرآن خوانی کرانا کیسا ہے، جائز یا ناجائز؟

ج: کسی خاص دن یا خاص وقت کا التزام کئے بغیر میت کے قریبی رشتہ دار اور متعلقین قرآن کریم کی تلاوت کر کے میت کو اس کا ثواب بخشیں تو یہ جائز ہے اور بہتر کام ہے، لیکن اگر قرآن خوانی میں صراحتاً یا عرفاً اجرت یا نذرانہ کا لین دین ہو، یا شیرینی یا کھانے ناشتہ وغیرہ کے لالچ میں پڑھا جائے کہ آج کل مروجہ قرآن خوانی کی تقریبات میں ہوتا ہے تو یہ جائز نہیں ہے، کیونکہ روپے پیسے یا کھانے پینے کے بدلہ جو قرآن پڑھا جائے اس میں پڑھنے والے کو ثواب نہیں ملتا لہٰذا وہ ایصال ثواب کس چیز کا کریں گے۔ (شامی-5/39 کتاب الاجارہ، شامی-1/166)

س : میاں بیوی میں جھگڑا ہوا، بیوی نے طلاق طلاق کا مطالبہ کیا شوہر نے کہا شام کو چار آدمیوں اور تمہارے گھر والوں کو اکٹھا کر کے طلاق دیں گے، اب بیوی افواہ پھیلا رہی ہے کہ شوہر نے طلاق دے دی ہے تو کیا مذکورہ الفاظ سے طلاق ہو گئی؟

ج: اگر الفاظ وہی تھے جس کا سوال میں ذکر ہے تو ان الفاظ سے طلاق نہیں پڑی، یہ طلاق کے الفاظ نہیں ہیں۔ وعدہ طلاق ہے۔ (ہندیہ-1/386، شامی-2/519)

س: بیوی کو اس کے میکہ سے جو زیورات ملے ہیں اس کی زکوٰۃ کس پر واجب ہے شوہر پر یا خود بیوی پر؟

ج: ان زیورات کی مالک بیوی ہے، لہٰذا زکوٰۃ بھی اسی پر فرض ہے، لیکن اگر شوہر بیوی کی اجازت سے زکوٰۃ ادا کر دے تو ادا ہو جائے گی۔
(ہندیہ-1/115، فتاویٰ قاضی خاں-1/262)

میں نے اسلام کیوں قبول کیا؟

اسلام سے پہلے زندگی بے مقصد معلوم ہوتی تھی

میرا نام عبدالرحمٰن ہے اور میرا تعلق کینیڈا سے ہے۔ میں بصری میں یونیورسٹی سے فارغ التحصیل اور ایک کل وقتی ٹکنیک کار کی حیثیت سے فرم میں ملازم ہوں۔ میرا ایک محدود خاندان ہے جس میں میرے علاوہ دو بہنیں اور والدین شامل ہیں، میرے اسلام لانے کا ذریعہ ایک ایسا خاندان بنا جو ہندوستان سے نقل مکانی کر کے انگلستان اور پھر وہاں سے منتقل ہو کر کینیڈا میں آباد ہوا اور وہاں اسٹور چلا رہا ہے۔ اس خاندان کا ایک لڑکا میرا دوست بن گیا، ان لوگوں سے مل کر پہلی مرتبہ علم ہوا کہ اسلام کیا ہے کیونکہ مغرب میں اسلام کی صحیح تصویر بالکل پیش نہیں کی جاتی۔

ان لوگوں نے باقاعدہ انداز میں مجھے اسلام قبول کرنے کی دعوت نہ دی، مگر اسلام سے متعلق جاننے میں میری حوصلہ افزائی اور مدد ضرور کی۔ میں عیسائیت اور دیگر روحانیت کا داعیہ رکھنے والے مختلف مذاہب کا جائزہ لے چکا تھا، چنانچہ اسلام کا مطالعہ مجھے بے حد دلچسپ لگا، میرے والد عیسائی تھے اور مذہب کے ساتھ غیر معمولی وابستگی رکھتے تھے۔ اس چیز نے مجھے اسلام کے مطالعے پر راغب کیا اور میں نے جاننا چاہا کہ اہل مغرب، بالخصوص ان کے ذرائع ابلاغ اسلام کے بے حد خلاف کیوں ہیں۔ آیا واقعی اسلام مجموعہ نقائص ہے؟ چنانچہ میں نے اسلام کے متعلق تعلیمات حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ قرآن مجید کا مطالعہ بھی شروع کیا اور اس کی کاپی اس مسلمان خاندان نے مجھے دی تھی۔ مطالعہ قرآن کے بعد یہ حقیقت کھلی کہ خالق اور مخلوق دونوں کے ساتھ کس طرح پیش آنا چاہیے۔ اسلام میں پائے جانے والے مساوات کے تصورات نے مجھے مبہوت کر دیا حالانکہ اس کا حقیقی مفہوم مسلمان ہوئے بغیر سمجھ میں نہیں آیا۔ یہ سننے یا پڑھنے کی چیز نہیں بلکہ محسوس کرنے کی ہے۔

میرے زیر مطالعہ علامہ عبداللہ یوسف علی ترجمہ قرآن تھا۔ بنی اسرائیل کی تاریخ جو بائبل میں بھی ہے اور قرآن میں بھی، پڑھی تو قرآن کے صاف ستھرے متاثر کن انداز بیان نے جو آسمانی کتاب کے شایان شان ہے، بے حد متاثر کیا۔ فلسفہ حیات اور انقلاب و ثقافت کے پیش منظر میں کارفرما عوامل اور انصاف و مساوات کی اصل حقیقت یہ سب باتیں بہت بھلی لگیں۔

میرے دوست کے والد صاحب ایک اچھے عملی مسلمان ہیں اور نماز پنجگانہ پابندی کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔ اہم معاملات پر ان سے بھی گفتگو رہتی۔ کافی عرصہ یہ سلسلہ چلتا رہا۔ انہوں نے مجھے پیغمبر اسلام کی زندگی، دعوت حق، مکہ سے مدینہ ہجرت اور فتح مکہ کے واقعات سے آگاہ کیا، یوں میری معلومات میں گرانقدر اضافہ ہوا اور میں قبول اسلام کے فیصلے کی جانب بڑھتا رہا۔ پھر میں شہر کے دوسرے حصے میں چلا گیا جہاں ایک پاکستانی مسلمان سے ملاقات ہوئی۔ نماز پڑھتے ہوئے وہ مجھے بہت بھلے لگے چنانچہ ان کی دیکھا دیکھی میں نے بھی نماز پڑھنا شروع کر دی۔ انہوں نے مجھے (Towards Understandin Islam) کتاب بھی دی جس سے مجھے کافی رہنمائی ملی اور میں نے کافی کچھ سیکھا، اب حقیقت پا لینے کے بعد کلمہ پڑھنے سے کوئی چیز مانع

نہ رہی تھی۔ چونکہ میں پہلے سے والدین سے الگ رہ رہا تھا، لہٰذا میں نے انہیں فون پر اپنے اس فیصلے کی اطلاع کی پھر ان سے ملاقات پر انہیں بھی قائل کرنے کی کوشش کی۔ انہوں نے مختلف حوالوں سے مجھے اسلام کے فیصلے پر نظرثانی کے لئے آمادہ کرنا چاہا۔ انہیں میرا لادین ہونا بھی منظور تھا چنانچہ انہوں نے مجھے پیشکش کردی کہ میں بے شک عیسائیت کو نہ بھی مانوں مگر اسلام قبول نہ کروں۔ مگر میں نے کہا کہ میں اسلام قبول اسی لئے کررہا ہوں کہ یہ عیسائیت سے مختلف ہے۔ میں نے انہیں قرآن مجید کی کاپی بھی فراہم کی ہے جس کا وہ مطالعہ کررہے ہیں۔ میری ایک بہن سیکولر نظریات رکھتی ہیں، ان سے بھی بات ہوئی، مغرب میں اگر کوئی روحانیت کا احساس رکھتا بھی ہے تو من مرضی کا چنانچہ انہوں نے کہا کہ وہ عبادت کرتو رہی ہیں مقدس مریم کی۔ استغفراللہ۔ میری چھوٹی بہن کافی مذہبی اور سنجیدہ مزاج رکھتی ہے میں اس کے ساتھ بات کروں تو سنجیدگی سے سنتی ہے۔ والدہ کا ردعمل یہ تھا کہ والدین کے بچے فرمانبردار ہوں یا نہ ہوں بچے ہی ہوتے ہیں۔ سب ہی اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں، اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو ہدایت دے۔ اسلام قبول کرنے سے قبل جن لوگوں سے تعلقات تھے وہ ملتے ہیں تو پہلی جیسی سرگرمیوں کی دعوت دیتے ہیں مگر مجھے انہیں دین کی طرف بلانے کا موقع مل جاتا ہے۔

میرے اسلام قبول کرنے کی سب سے زیادہ خوشی تو اس مسلم خاندان کو ہوئی جو میری ہدایت کا باعث بنا تھا۔ دوست سے ملاقات پر جو ایک دوسرے شہر میں رہتا ہے، اسے عملی مسلمان بننے کو کہتا ہوں تو وہ اپنی کوتاہیوں کے لنگڑے لولے جواز فراہم کرتا ہے۔

مسلمان ہونے کے بعد اللہ کی عبادت کا حقیقی مطلب معلوم ہوا۔ چنانچہ میں نماز کے اصل فوائد اور مفاہیم سے آگاہی اور نفع کے لئے کوشش کرتا ہوں کہ جو کچھ زبان سے کہہ رہا ہوں اس کے مطلب پر بھی ساتھ ساتھ غور کرتا رہوں اور اللہ کی بڑائی اور اپنی کمزوری اور عاجزی کا احساس جگانے کی کوشش کروں۔ غیر مسلم ممالک میں نماز کی ادائیگی میں دشواری کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ تاہم مسلمان ممالک میں نماز کے اوقات کا اہتمام ہونا چاہئے اور سفر کاروبار اور دیگر شعبہ ہائے زندگی میں اس کی رعایت رکھی جائے۔

اسلام سے پہلے زندگی بے مقصد محسوس ہوتی تھی یہی وجہ ہے کہ اسلام سے ناواقف یا عملاً اس سے دور لوگ عجیب وغریب اور غلط سلط تفریحات اور کبھی منشیات کا سہارا لے کر دل بہلانے کی کوشش کرتے ہیں۔ مگر کوئی راہ نہیں سجھائی دیتی۔ اس بے مقصدیت سے تنگ آکر مغرب میں کئی لوگ اب اس بات پر غور کرنے لگے ہیں کہ بندے کی زندگی کا مقصد کیا ہے حالانکہ یہ مقصد اس حکم باری تعالیٰ سے سمجھ آتا ہے: **وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون۔** ’’ہم نے جن اور انسانوں کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔‘‘ (سورہ الذاریات: 56)

اور عبادت محض نماز روزے تک محدود نہیں بلکہ زندگی کے ہر لمحے میں اللہ کی رضا پیش نظر ہو تو ساری زندگی عبادت ہے۔

یہ تصور کہ میں جو اچھا یا برا عمل کررہا ہوں مجھے اپنے مالک کی بارگاہ میں حاضر ہوکر اس کا حساب دینا ہے، صحیح طور پر انسان کے دل میں پیدا ہوجائے تو اسے بھٹکنے سے باز رکھنے کے لئے کافی ہے پھر وہ ساری زندگی اس طرح گزارے گا کہ اس کی زندگی کا ہر کام عبادت کے زمرے میں آئے۔ اس تصور کے دل میں جڑ پکڑنے کے بعد خواہشات خود بخود قابو میں آجاتی ہیں۔

اسلام کا معاشرتی نظام بڑا خوبصورت اور حقیقت پسندانہ ہے۔ اللہ کے مقرر کردہ حدود سے تجاوز نہ کیا جائے تو ہر سطح پر زندگی پرامن انداز میں بسر ہوسکتی ہے۔ اسلام نے تعلقات انسانی کی تقدیس اور تحریم کی جو راہ متعین کی ہے وہ عین حقیقی اور فطری ہے۔ اسلام نے عورت کو وہ مقام دیا ہے کہ اگر اعتدال کے راستے اور صراط مستقیم کو چھوڑا جائے تو نتیجہ وہی نکلے گا جو مغرب میں برآمد ہوچکا ہے۔ آسمانی ہدایت سے بغاوت کے

نتیجہ میں ہر جگہ فساد برپا ہو کر رہے گا۔ اب خود مغرب کی عورت حیرت اور استعجابی کیفیت کا شکار ہے۔ بے لگام آزادی کا صحیح مصرف اس کی سمجھ میں نہیں آرہا کہ مرد کی ذمہ داریاں اپنے ذمہ لے کر اب وہ دونوں جانب سے پس رہی ہے اور کچھ سوجھ نہیں رہا کہ کیا کرے؟ اپنی نمائش کرے یا خود کو محفوظ رکھے دونوں صورتوں میں اس کی سلامتی خطرے میں ہے۔ آزاد رہنے کے لئے اسے وہ کچھ کرنا ہے جس کا تقاضا وہاں اس سے کیا جارہا ہے جو بہرحال انسانیت کی تذلیل ہے۔ اللہ کرے یہ باتیں جلد از جلد سب مسلمانوں اور دیگر انسانوں کی سمجھ میں آجائیں، اس لئے کہ عورت کی تباہی نہ صرف مرد کی بلکہ پورے معاشرے کی تباہی اور نقصان ہے۔ شیطان تو کبھی کوئی آڑ لے کر اور کبھی کوئی ذریعہ اختیار کر کے انسان کو گمراہ کرنے اور اسے نقصان پہنچانے میں مصروف ہے۔ وہ اس کا ازلی دشمن جو ٹھہرا۔

قبول اسلام کے بعد کبھی کبھی زندگی دوہری گزارنی پڑتی ہے۔ مسلمان مجھے عبدالرحمٰن کے نام سے پکارتے ہیں اور مجھے جاننے والے غیر مسلم پرانے نام سے۔ میں انہیں اپنا نام بتاتا ہوں۔ پھر کئی سوالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ مگر یہ اس لحاظ سے بہتر ہے کہ جب انہیں میرے مسلمان ہونے کے متعلق علم ہوتا ہے تو وہ اسلام کے متعلق سوچنے لگتے ہیں۔ □□

بقیہ............گناہوں سے بچیں

یعنی بجائے اس کے کہ خود قوام (سردار) رہے، اپنے آپ کو عورت کی قوامیت (ماتحتی) میں دے دے۔ جب بیٹا ماں کی نافرمانی اور اس سے سرکشی کرنے لگے۔ جب آدمی اپنے دوست سے زیادہ سے زیادہ قریب ہوجائے، مگر اپنے باپ سے اتنا ہی دور ہوجائے۔ جب مسجدوں میں آوازیں زور سے بلند ہونے لگیں۔ جب قوم کی سرداری اور سربراہی قوم کا فاسق انسان کرنے لگے۔ جب قوم کا راہنما قوم کا بدترین شخص ہونے لگے۔ جب کسی انسان کی عزت محض اس کے شر سے بچنے کے لئے کی جائے۔ جب گانے والیاں اور باجے عام ہوجائیں۔ جب علانیہ شرابوں کا دور چلنے لگے۔ جب اس امت کے پچھلے لوگ اگلے لوگوں پر طعن و تشنیع اور لعن طعن کرنے لگیں تو پھر تم انتظار کرو تند و تیز سرخ آندھی کا اور زلزلوں کی تباہ کاریوں کا، زمین میں دھنسنے کا، صورتوں کے مسخ ہونے کا اور پتھروں کے برسنے کا اور اللہ کی طرف سے پے در پے نزول عذاب کا، جیسے موتیوں وغیرہ کی ایک لڑی ہے جو ٹوٹ گئی ہو اور پیہم و مسلسل دانے گر رہے ہوں۔ (جامع ترمذی)

اقوال حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ

- ......جو نیک اعمال دنیا میں کروگے، اس کا پھل آخرت میں ملے گا۔
- ......صبر کا دامن پکڑلو، یاد رکھو کہ صبر دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک اعلیٰ اور ایک ادنیٰ! مصیبتوں میں صبر کرنا اچھا ہے، لیکن ان امور سے بچنا جن سے اللہ نے روکا ہے، اعلیٰ صبر ہے۔
- ......قرآن کی تعلیمات کو سمجھو کیونکہ وہ علم کا سرچشمہ اور دلوں کی بہار۔
- ......قرآن ہدایت کا سرچشمہ، علم کا کنول اور رحمٰن کی تازہ ترین کتاب ہے، اس کے ذریعہ اللہ اندھی آنکھیں، بہرے کان اور بند دل کھول دیتا ہے۔
- ......نماز میں قرآن خوانی ایسی ہے جیسے کسی کو چھپا ہوا خزانہ مل جائے، اس میں بڑی خیر و برکت ہے۔ اس لئے جتنا زیادہ ہوسکے قرآن پڑھا کرو۔
- ......نماز نور ہے، زکوٰۃ برہان، صبر روشنی، روزہ ڈھال اور قرآن تمہارے حق میں یا تمہارے خلاف ایک دلیل ہے۔
- ......اللہ کا شکر ادا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کی عطا کردہ دولت سے زکوٰۃ ادا کرو جس کا اللہ نے حکم دیا ہے۔
- ......جو کوئی عشاء کی نماز بغیر پڑھے سوئے، اللہ کرے اسے بھی سونا نصیب نہ ہو، کبھی نصیب نہ ہو، کبھی نصیب نہ ہو۔

(انتخاب: لیاقت علی)

آخری صفحہ

مولانا محمد قمر الزماں ندوی
استاد مدرسہ نور الاسلام کنڈہ پرتاپگڑھ

یہی انسان کی فلاح کا ضامن ہے

ایک صاحب دل اور عارف زمانہ بزرگ نے ایک موقع پر اسلام میں کسب معاش کی اہمیت کو بتاتے ہوئے اپنے مریدوں اور مسترشدوں کو ایسی گرہ کی بات بتائی کہ دل چاہتا ہے کہ ان کے قول کو بار بار پڑھا جائے اور دل میں اتارا جائے، بزرگ نے فرمایا:

"اگر تمہارے پاس اس قدر بے شمار دولت یا مستقل ذرائع آمدنی ہوں جو تمہاری پشت در پشت بلکہ قیامت تک کے لئے کافی ہوں تو بھی تمہیں کم از کم آٹھ گھنٹے روز کام کرنا چاہیے، اپنے لئے نہیں بلکہ نظام دنیا قائم رکھنے کے لئے کیوں کہ کارخانہ قدرت کی اس عظیم الشان مشنری میں تمہارا وجود بھی ایک پرزے کی حیثیت رکھتا ہے، اگر یہ پرزہ مشین سے خارج ہو جائے تو لازماً اس کا اخراج دوسرے پرزوں پر بوجھ ڈالے گا اور ان کے انتشار پر اثر انداز ہوگا، نظام فلکی بھی اپنی باقاعدہ کارکردگی ہی سے اپنی صحیح رفتار پر تا قیامت قائم رہے گا، نظام ارضی کی اسی نئے کاری اور بے قاعدگی نے عام عالم کو زیر وزبر اور تہہ و بالا کر رکھا ہے۔

حضرت نافع بن خدیج سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جب ایک صحابیؓ نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول! سب سے زیادہ پاک اور اچھی کمائی کون سی ہے؟ تو حضور ﷺ نے جواب دیا "آدمی کا اپنے کا ہاتھ سے کام کرنا اور وہ تجارت جس میں تاجر بے ایمانی اور جھوٹ سے بچتا ہے۔

اسلام نے تعلیم دی ہے کہ آدمی کو اپنی روزی حلال طریقوں سے کمانی چاہیے کہ یہ روزی آزادانہ طریقہ پر کمائی جائے، دوسروں کی غلامی اور چاکری سے بہتر ہے کہ آدمی اپنے ہاتھ کی کمائی کھائے نیز یہ کمائی حلال ہو، ناجائز طریقہ سے حاصل نہ کی جائے۔

قوت بازو سے روزی پیدا کرنا اسلام کی نظر میں کس قدر مطلوب ہے اس کا اندازہ اس سے کیجیے کہ پھاوڑا چلاتے چلاتے ایک صحابیؓ کے ہاتھ سیاہ ہو گئے تھے، آنحضرت ﷺ نے دیکھا تو پوچھا کہ تمہارے ہاتھ پر کچھ لکھا ہے صحابیؓ نے جواب دیا "نہیں" پتھر پر پھاوڑا چلاتا ہوں اور اس سے اپنے بال بچوں کے لئے روزی پیدا کرتا ہوں، یہ سن کر آپ ﷺ نے خوشی سے ان صحابی کا ہاتھ چوم لیا اور رزق کی برکت کی دعائیں دیں"۔

البتہ خیال رزق کے کسی مرحلہ میں بھی انسان کو خیالِ رازق سے غافل نہیں ہونا چاہیے تاکہ مومن کی معاشی سرگرمیوں اور دوسروں کی معاشی سرگرمیوں میں فرق معلوم ہو۔

اسی لئے احادیث میں تاجر کو خوفِ خدا اور ایمان داری برتنے کی خصوصی تلقین کی گئی ہے۔

الغرض اسلام میں دوسروں کے مال اور جیب پر نظر رکھنے کے بجائے خود اپنے ہاتھ سے کمانے اور محنت و مزدوری کرنے کی تاکید کی گئی ہے کہ یہی انسان کی فلاح کا ضامن ہے۔

☆☆☆